سید الخلفاء مولانا مفتی سید عبد الفتاح گلشن آبادی
معروف بہ میر اشرف علی پیرزادہ کی اولین سیرت

حیاتِ اشرف

تصنیف لطیف
مولانا سید بشیر الدین احمد نقوی پیرزادہ گلشن آبادی

ترتیب و تقدیم
مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

ناشر
رفاعی مشن ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ اشرف

اعنی سوانح عمری

مولانا مفتی سید عبدالفتاح عرف مولوی میر اشرف علی پیرزادہ علیہ الرحمہ

تصنیف لطیف

مولانا سید بشیرالدین احمد نقوی پیرزادہ گلشن آبادی

ترتیب وتقدیم

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

ناشر:

رفاعی مشن، ناسک شریف، مہاراشٹرا

بابي انت وامي صلى الله عليك ايها النبي الأمي

تفصیلات

کتاب : حیاتِ اشرف (مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی)

تالیف : علامہ مولانا سید بشیرالدین احمد گلشن آبادی

تحریک وکاوش : مفکرِ اسلام رفیق گرامی علامہ سید رضوان احمد رفاعی شافعی

rifai.rizwan11@gmail.com

Mobile: 09923819343

ترتیب وتقدیم : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

afrozqadri@gmail.com

تصحیح وتنبیع : مبلغ اِسلام علامہ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ

غرض وغایت : تحفظ وترویجِ اَثاثۂ علماے اہل سنت

صفحات : ۸۰ (اَسّی)

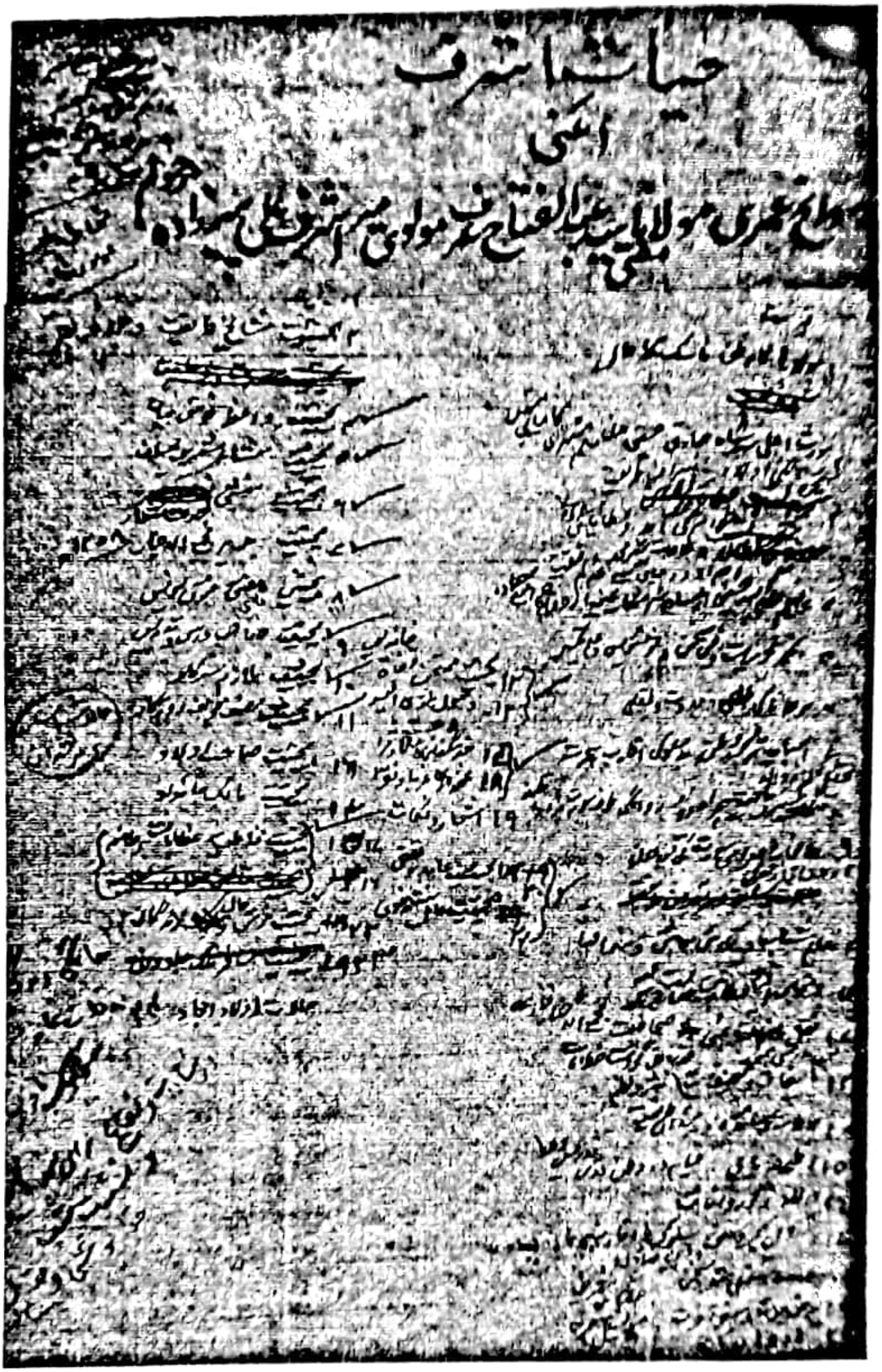
اشاعت : 2015ء - ۱۴۳۶ھ

باہتمام : نوجوانانِ حسینی چوک۔ ناسک شریف۔ مہاراشٹرا۔

تقسیم کار : رفاعی مشن، ناسک شریف۔ مہاراشٹرا۔

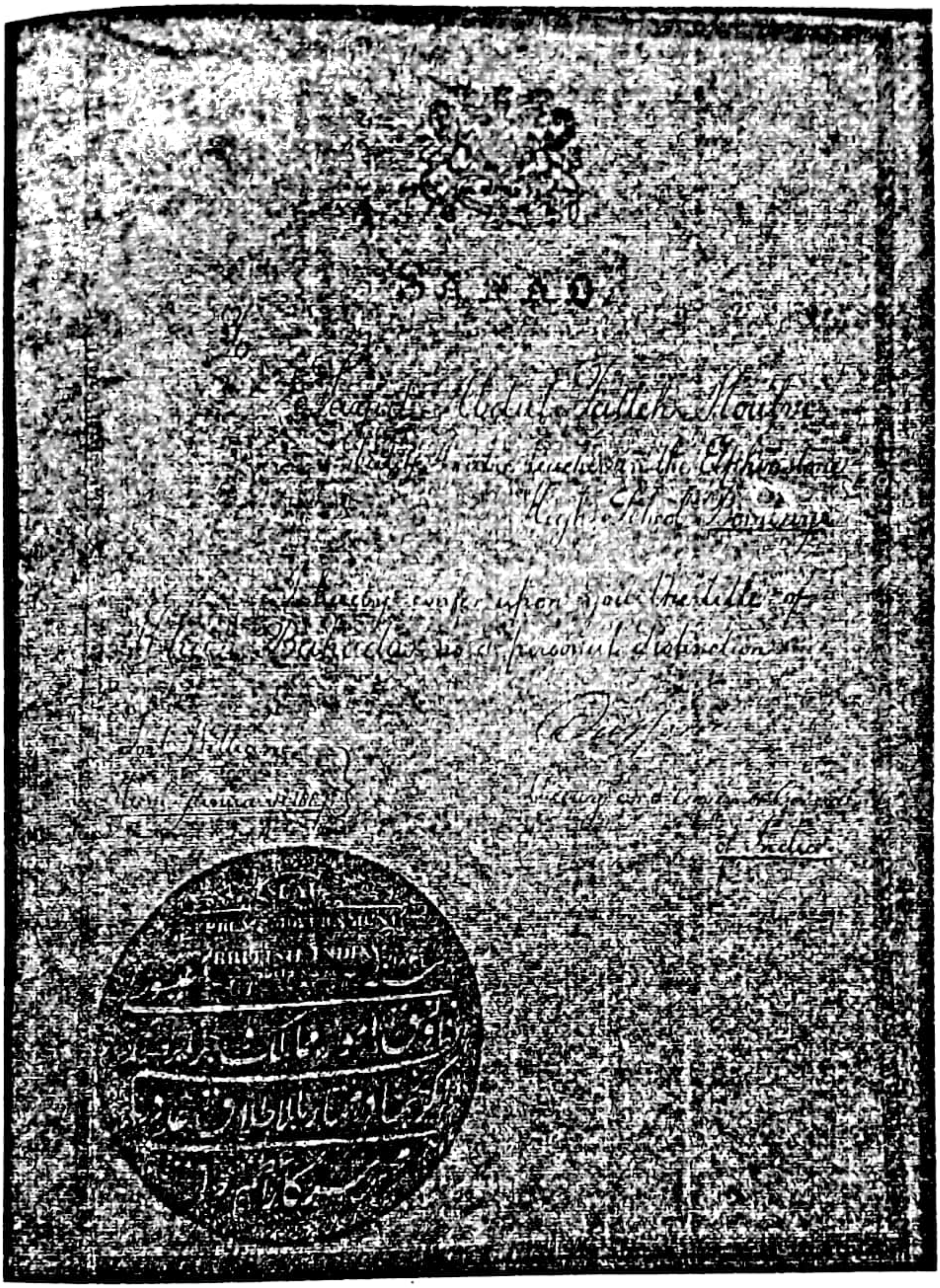
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

فہرست مضامین



حیات اشرف
یعنی
سوانح عمری مولانا مفتی سید عبدالفتاح عرف مولوی میر اشرف علی سجادہ مرحوم

[قلمی 'حیاتِ اشرف' مفتی عبدالفتاح پیرزادہ گلشن آبادی' کے سرورق وفہرست کا عکس]



[یکم جنوری ۱۸۸۷ء، حکومت انگلیشیہ کی طرف سے علامہ گلشن آبادی کو ملا' خان بہادر' کا خطاب]

اَحوالِ واقعی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسّلام علیٰ صفوۃ الخلائق أجمعین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین . أما بعد!

خانوادۂ صادقیہ گلشن آباد [ناسک] اپنی بے پایاں علمی،فکری، مذہبی،روحانی اور ملی خدمات کے لیے صدیوں سے شہرۂ آفاق ہے۔ یہ خانقاہ اپنی تاسیس کے روزِ اوّل ہی سے علوم ومعارف کے پھیلاؤ اور تصوف وروحانیت کے فروغ میں کلیدی کردار اَدا کرتی چلی آرہی ہے۔ خیر سے اِس خانوادے کو ایک سے بڑھ کر ایک نوابغ رجال اور عباقرۂ روزگار میسر آتے گئے، جن کی معارف پروری اور شاہین نگاہی کے باعث پیغام صادقی کو دنیا جہان میں متعارف ہونے کا حسین موقع ملا، اور یہ خانقاہ اپنے آفاقی کارناموں کے باعث ایک انقلاب آفریں خانقاہ کے طور پر ملک بھر میں جانی اور پہچانی جانے لگی۔

اس خانقاہ کا ایک بڑا اِختصاص یہ تھا کہ یہاں دین وشریعت کی چاندنی تو اپنی باہنیں پسارے ہی رکھتی تھی، طریقت وحقیقت کی ساری نہریں بھی یہاں پرآ کر باہم بغل گیر ہوجاتی ہیں؛ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں سے روحانیت کے چار معروف وکلیدی سلاسل یعنی قادری، چشتی، سہروردی اور نقش بندی کے فیوض وبرکات کی پروائیاں بیک وقت چلتی ہیں، اور خلق خدا اپنے اپنے ظرف ومشرب کے مطابق سیراب وشاداب ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ در اصل عارف باللہ، ولی کامل، عالم عامل حضرت سیدنا صادق حسینی سرمست علیہ الرحمہ (م۱۰۴۹ھ) کے صفاے قلب، اور اخلاص وللّٰہیت کی برکت بے نہایت تھی جس نے آنے والی کئی صدیوں کے دامن کو عشق ومستی اور کیف وجذب کی روح پرور اور ایمان افروز خوشبوؤں سے مالا مال کیے رکھا۔

پیر خضر شعار علامہ مولانا سید عبداللہ حسینی حنفی گلشن آبادی، سید الخلفاء مفتی اعظم ناسک،

مجاہد اہل سنت علامہ سید عبد الفتاح معروف بہ میر سید اشرف علی حنفی گلشن آبادی، مورخِ اسلام، اَدیب دوراں مولانا سید امام الدین احمد نقوی حنفی گلشن آبادی، اور مولانا سید محمد بشیر الدین حنفی گلشن آبادی اس خانوادے کی وہ متاخرین ہستیاں ہیں جنھوں نے اہل سنت و جماعت کی قافلہ سالاری اور راہِ سلوک وطریقت کی مشعل برداری میں اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف کر دیا۔ ان میں سے ہر کوئی صاحب تصنیف عالم وفاضل، صاحب دیوان شاعر واَدیب اور صاحب فیض ونگاہ عارف ومرشد ہوا ہے۔ دنیا کی بزمِ کمال سے اُٹھ جانے کے باوجود آج بھی معرفت وروحانیت کا جام اُن کی پاک تربتوں سے بٹ رہا ہے اور تشنہ کامانِ جہاں خوب شاداب ونہال ہو رہے ہیں۔

عالم باکمال، خطیب بے مثال محب گرامی قدر علامہ مفتی سید رضوان احمد رفاعی شافعی سے ہمارے تعلقات کی کئی جہتیں ہیں اور ہر جہت بے لوث اور اَٹوٹ ہے۔ وہ خود بھی صاحب قلم عالم اور بالغ نظر مفتی ہیں، دنیائے شافعی میں اتنی معمولی عمر میں ایسی غیر معمولی شہرت وکامیابی انھیں کا اِختصاص ہے۔ ناسک منتقل ہونے کے بعد ان کی دیرینہ تمنا تھی کہ خانوادۂ صادقیہ کے اکابر ومشاہیر کی جانب سے علوم ومعارف کے فروغ میں جو سعی ہائے مشکور ہوئی ہیں ان کو طشت از بام کیا جانا چاہیے، تاکہ دنیا کھلی آنکھوں اس خانقاہ کے علمی وفکری اور روحانی وملی کارناموں کو دیکھے، اور اہل علم یہاں کے ذخائر کتب سے متعارف ومستفید ہوں۔ چنانچہ ’چل مرے خامہ بسم اللہ‘ کا ورد کر کے کام کا آغاز ہوا، اور کوئی ایک دہائی کے اندر بہت سے نوادراتِ علمیہ کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے قوم وملت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے ہم نے دادا میاں مولانا مفتی عبد الفتاح گلشن آبادی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کو منصۂ شہود پر لانے کا اہتمام کیا، اور ہم اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آج مولانا کے نام وکام سے ناسک اور اس کے

مضافات کے دور افتادہ علاقے بھی آشنا ہو گئے ہیں اور اس عظیم محسن کے نام نامی سے چوکوں اور چوراہوں کو منسوب و معنون کرنے کا ایک زرّیں سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولانا کی تصانیف میں دولت بے زوال، اور الباقیات الصالحات معروف بہ میلاد نامہ ترتیب جدید کا چولہ پہن کر منظر عام پر آچکی ہے اور آپ کی دیگر کتب و رسائل پر جنگی پیمانے پر کام جاری ہے۔

اس کے بعد آپ کے صاحب زادے مولانا سید امام الدین احمد نقوی گلشن آبادی کے نقوشِ حیات اور قلمی مجاہدات کو اُجاگر کرنے کا خیال ہوا تو -الحمد للہ- اس میدان میں بھی ہمیں سرخ روئی نصیب ہوئی اور مولانا کی شہرۂ آفاق تصنیف 'برکات الاولیاء' کو تسہیل و ترتیب جدید کا جامہ پہنا کر معمورۂ وجود میں لانے کا جان گسل مرحلہ طے ہوا۔

یہ کتاب نامور محققین کا بہت بڑا ماخذ تھی؛ مگر کتاب کی قدامت اور عدم دستیابی کے باعث اس سے اِستفادہ مخصوص لوگوں ہی تک محدود تھا؛ اس لیے ہم نے چاہا کہ اس سے استفادے کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے اور ہر کوئی اس سے کما حقہ مستفیض ہو سکے؛ چنانچہ سالِ رواں کے آغاز میں اس کی طباعت ثانیہ کا اہتمام ہوا اور اہل علم و تحقیق نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس سلسلے میں ملنے والے مبارکبادی کے خطوط اور اکابر کی جانب سے موصول شدہ فون کالز سے اس کی مقبولیت و پذیرائی کا اندازہ ہوا۔ مولانا موصوف کی مزید علمی و تحقیقی کتب بھی زیر ترتیب ہیں، اللہ نے چاہا تو جلد ہی قارئین باتمکین کے روبرو ہوں گی۔

اور اب پوتے کی باری ہے، اور وہ ہیں مولانا سید محمد بشیر الدین صاحب نقوی حنفی گلشن آبادی۔ یہ بھی اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر ہیں، اور ان کے علوم و معارف کا پرتو۔ جیتے جی خانقاہی نظام کو خوش سلیقگی سے چلانے میں اور صادقی جام کو پوری فیاضی سے پلانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا، اور روحانیت و معرفت کا جو غلغلہ اگلوں کے اَدوار میں رہا، اس کی تب و تاب کو بھی بدستور باقی رکھا، حتیٰ کہ علوم و فنون کی زلفیں سنوارنے میں بھی مولانا نے اکابر کا تتبع کیا،

اور تھوڑے سے وقت میں کافی کچھ کام کر ڈالا۔ مولانا کا طبعی رجحان شخصیت نگاری کی طرف تھا اور سیرت وسوانح سے انھیں گویا فطری لگاؤ ہے؛ اس لیے خانوادے کی مشاہیر شخصیات کی حیات وخدمات کو اُجاگر کرنے میں انھوں نے بڑا کلیدی رول اَدا کیا ہے۔

'گلزارِ صادق' کے نام سے مولانا سید بشیر الدین احمد پیرزادہ گلشن آبادی نے قدوۃ العارفین، زبدۃ الکاملین، قطب کوکن حضرت بندگی مخدوم سید محمد صادق شاہ حسینی سرمست مدنی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع نوشتہ تیار کر کے منظرِ عام پر لایا تو اسے قبولیت عامہ کی سند ملی اور لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ جس میں مولف نے شہر ناسک کی تاریخی حیثیت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب تذکرہ وتاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک سدابہار نوشتہ ہے۔ یہ کتاب مطبع قادری، نور منزل، محمد علی روڈ بمبئی ۳ سے شائع ہوئی۔

کچھ اسی انداز کا سوانحی خاکہ مولانا نے 'حیاتِ اشرف' کے نام سے حضرت مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی کے لیے بھی تیار کیا تھا؛ مگر افسوس زندگی نے انھیں اس میں رنگ بھرنے کا بھرپور موقع نہ دیا، اس لیے یہ تذکرہ اَدھورا ہی رہ گیا۔ یہ کتاب دراصل مولانا سید بشیر الدین احمد پیرزادہ گلشن آبادی کے باطن کی آواز ہے، جس سے وہ دنیا جہان کے کانوں کو آشنا کر دینا چاہتے تھے۔

محبِ گرامی قدر علامہ سید رضوان احمد رفاعی شافعی کی وساطت سے جب یہ مسودہ ہمارے ہاتھ لگا، تو اس کی خستگی دیکھ کر ہمیں اس پر کام کرنے کی جرأت نہ ہوئی، پھر جب اس کی فہرست پر نگاہ کی تو وہ جامعیت میں اپنی مثالِ آپ نظر آئی؛ لیکن فہرست کے مطابق کتاب تیار نہ ہو سکی، بہت سے گوشے لکھنے سے رہ گئے؛ لیکن قبلہ سید صاحب کا اِصرار تھا کہ جس طرح ہو یہ مسودہ منظرِ عام پر آ جانا چاہیے؛ ورنہ حالات کچھ ایسے ہیں کہ شاید اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جائے۔ چنانچہ 'خیالِ خاطرِ احباب' کے پیشِ نظر اس پر خواہی نہ خواہی ہم جو کچھ کر سکتے تھے

کر گزرے۔ یہ مسودہ چونکہ ادھورا تھا جس کے باعث علامہ گلشن آبادی کی حیات وخدمات کے بہت سے گوشے ضبطِ تحریر میں آنے سے رہ گئے تھے؛ اس لیے ہمیں اخیر میں اپنا لکھا ہوا ایک مضمون بطورِ ضمیمہ شامل کرنا پڑا؛ کیوں کہ اس میں ان گوشہ ہائے متروکہ کا بہت حد تک اِحاطہ کردیا گیا ہے۔

قبلہ سید صاحب اس بات پر آمادہ وتیار ہیں کہ مولانا مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت کے گوناگوں پہلوؤں کو سمیٹنے کے لیے انسائیکلوپیڈیائی انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے، حالات اگر سازگار رہے تو یقیناً یہ کام بھی ہوگا، تاہم اس کتاب کی حیثیت مولانا کی حیات وخدمات پر ایک متن کی سی ہے، اس لیے اس کا جوں توں منظرعام پر آجانا ضروری تھا؛ تاکہ مستقبل میں کام کرنے والے محققین کے لیے یہ ٹیکسٹ کا کام دے سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اَسلاف شناسی کے مشن کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے، اَسلاف کے بکھرے ہوئے ورثے کی شیرازہ بندی کی ہمیں توفیق، اور اس کارِ زہرہ گداز کے لیے مبدأفیاض کی طرف سے ہمیں ہمت وحوصلہ ملے۔ نیز رفاعی مشن کی خدمات قبولیت عامہ حاصل کریں، اسے مزید توفیق طباعت واشاعت ملے، اور بیش از بیش خلق خدا اس سے مستفیض ومستنیر ہو۔ ع:

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد

-: خویدم العلم والعلماء :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

۱۳/ذی قعدۃ الحرام ۱۴۳۶ھ-۲۸/ اگست ۲۰۱۵ء

کلماتِ مشن

اَدیب وخطیب اہل سنت، حضرت علامہ مولانا سید رضوان احمد رفاعی ثقافی شافعی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہنشاہ ناسک حضرت صادق شاہ حسینی سرمست چشتی مدنی قدس سرہ العزیز کا دَربارِ دُربار وپُر بہار اہلیانِ ناسک کے لیے روحانی وعلمی قلعہ ہی نہیں بلکہ مرکز دیدہ ودل اور قبلہ آرزو بھی ہے۔ زیر نظر کتاب 'حیات اشرف' مجاہد سنیت، محدث ناسک، عارفِ حق، شہزادہٗ شہنشاہِ ناسک حضرت مفتی عبدالفتاح گلشن آبادی علیہ الرحمہ کی زندگی کا ایک عرفان آگیں آئینہ ہے، جس میں ان کی حیاتِ تاباں کے لیل ونہار اوران کی مساعی جمیلہ کے نقوش وآثار کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو خانوادہٗ صادقیہ کے اس عظیم پیشوا اور روحانی فرزند کی دینی، علمی، تبلیغی، اِصلاحی، قومی، ملی، روحانی، اور مذہبی ومسلکی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے؛ لیکن ہم نے اپنے اس عظیم روحانی محسن کو اس حد تک بھلادیا ہے کہ ہمیں ان کی دینی وعلمی خدمات تو درکنار ان کا نام ونشان تک نہیں معلوم تھا، یاللعجب! اَسلاف کی تعلیمات اوران کے کردار وعمل سے ہم دور کیا ہوئے، بے دینی، بد اِعتقادی اور بد اخلاقی کے طاغوت نے ہمیں اپنے آہنی پنجوں میں ایسا جکڑا کہ اس سے خلاصیِ جان بغیر توفیق الٰہی کے ممکن نہیں!۔

حیات اشرف کی اشاعت کے پیچھے من جملہ مقاصد میں ایک مقصد اَسلاف شناسی بھی ہے۔ آج کے اس پُرفتن دور میں بزرگانِ دین اوران کی تعلیمات سے ہماری نئی نسل کو جوڑنا کس قدر ضروری ہوگیا ہے، کہنے سننے کی بات نہیں ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب 'حیات اشرف' مولانا بشیرالدین احمد علیہ الرحمہ کے نوکِ قلم سے مفتی اعظم ناسک مجاہد سنیت مفتی عبدالفتاح علیہ الرحمۃ کی حیات پر لکھی گئی کوئی

تفصیلی کتاب نہیں ہے، بلکہ آپ کی روحانی اور انقلابی زندگی کے بکھرے اور گمشدہ اوراق میں سے ایک ورق ہے، یا آپ کی زندگی کا ایک خاکہ ہے، جسے ابورفقہ علامہ مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کے محققانہ وادیبانہ قلم اوران کے تحقیقی جنون نے اسے ایک نئی تب وتاب بخش دی ہے۔

علامہ موصوف تحریک اَسلاف شناسی کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ بڑی سبک روی اور کامیابی کے ساتھ ان کا یہ سفر جاری وساری ہے۔ بڑی دیانت ومتانت کے ساتھ اس تحریک کی اِمامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہمت وحوصلہ انھیں زیب بھی دیتا ہے؛ کیونکہ ابورفقہ کا تحقیقی قلم گرجتا کم ہے اور برستا زیادہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اَسلاف شناسی کی تحریک اوراس کی برکتوں نے زمانہ بھر میں ان کی بھی ایک منفرد پہچان بنادی ہے۔ یہ میری کوئی مبالغہ بیانی نہیں ہے بلکہ ان کے تحقیقی نوادرات ہر صاحب علم کو یہ کہلوانے پر مجبور کرتے ہیں کہ کھوج لگانا کوئی ان سے سیکھے؟۔ اللہ ان کے ہمت وحوصلہ کو سلامت رکھے۔

اخیر میں، میں نبیرۂ حضرت مولانا بشیرالدین نقوی قادری چشتی علیہ الرحمہ سید قاضی قسم الدین پیرزادہ صاحب کا مشکور ہوں جنھوں نے مجھے یہ قلمی مسودہ عطا کرکے اپنا فرض منصبی اَدا کیا ہے۔ میں رفاعی مشن کی طرف سے ابورفقہ علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی کا ممنون کرم ہوں، اور پرامید ہوں کہ ان کا دست تعاون رفاعی مشن کے ساتھ یوں ہی ہمیشہ دراز رہے گا۔ میں اپنے ان جملہ اعوان وانصار کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں جنھوں نے 'حیات اشرف' کی اشاعت کی تمام تر ذمہ داریاں اٹھائیں۔ رب تعالی تمام معاونین پر اپنی رحمتوں کے مینہ برسائے اور ہمیں اہل سنت وجماعت کی خدمت کا جذبۂ صادق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

:- گدائے کوئے شہنشاہِ ناسک واَسیر فکر رضا :-

سید رضوان رفاعی شافعی

بانی وسرپرست: رفاعی مشن۔ و۔ خطیب وامام کوکنی پورہ مسجد، ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا کا آبائی وطن

صوبہ بمبئ میں ضلع ناسک کے تحت شہر ناسک ہندوؤں کا ایک مقدس ومتبرک مقام ہے جس کے تعلقات راجپند رجی وسیتابائی کے حالات سے وابستہ ہیں جن کا مفصل ذکر بمبئ ناسک گزیٹیر میں موجود ہے۔

یہ شہر سلطنت مغلیہ میں ایک قصبہ من مضافات سنگمنیر خجستہ بنیاد دارالخیر تھا، جہاں شاہانہ مغلیہ کا ایک مستقر صوبیداری تھا۔ ان ایام میں ناسک عرفاً گلشن آباد کہلاتا تھا۔ انقلاباتِ حکومت سے ہندوانہ ذہنیت نے وہ نام بدل دیا اور ناسک مشہور ہوا۔ اس کی وجہ تسمیہ نوسکھ یعنی نوٹیکویوں پر بسایا ہوا شہر ہے۔

ایام شاہزادگی میں خرم خلف شاہجہاں بادشاہ دہلی کا گزر صوبہ سنگمنیر میں ہوا، اس صوبے کی روح پرور ہوا، نیز دریائے گوداوری کے کنارے قدیم معابد وبت خانہ کی شہرتوں نے خرم کو کشاں کشاں گلشن آباد کی جانب بھیجا۔

چونکہ سلاطین اسلام کو اولیائے کرام اور مشائخین وساداتِ عظام سے فطری حسن عقیدت مندی تھی، اہل کاروانِ حکومت سے یہ اطلاع شہزادہ کے گوش گزار کی گئی کہ ایک سید، صاحبِ شریعت وطریقت، شہر کے ایک بلند مقام پر- جس کو فی الحال درگاہ شریف کہتے ہیں- مع اہل وعیال مقیم ہیں اور اپنی قوتِ روحانی سے کشف وکرامت دکھا کر محلّہ جوگواڑہ کو- جہاں جوگیوں وگسائیوں کی آبادی تھی- آپ نے دگرگوں کردیا ہے اور اشاعت اسلام میں ساعی ہیں۔

شوقِ زیارت سے بے چین ہو کر حاضر خدمت ہوا اور ایک عرصہ تک یہاں بود و باش کر کے دہلی روانہ ہوا۔ دیگر حالات ملاقات آپ کے نبیرہ صاحب زادہ سید صادق نے فارسی میں لکھے ہیں جس کا ترجمہ فقیر کی مولفہ کتاب 'صبح صادق' ہے۔

مولانا کے مورثِ اعلیٰ اور جدالاجدادیہی بزرگ شاہ صاحب بندگی مخدوم سید شاہ محمد صادق حسینی سرمست مدنی قدس سرہ ہیں۔ آپ کے مختصر حالات یہ ہیں: آپ کا شجرۂ جدیہ سیدنا حضرت امام علی نقی العسکری رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ مشاہیر اولیاے کرام وساداتِ عظام سے ہیں۔ آپ کے حالات پر پیچنگ آف اسلام اور گلزارِ شمسی وغیرہ کتب سے ظاہر ہیں۔

آپ مدینہ منورہ سے ہندوستان کی طرف (آنے والے) مبلغین اِسلام کی جماعت کے ایک رکن تھے جو ساحروں کی طاقت توڑنے اور اسلام کی اشاعت کرنے عرب سے آئی تھی۔ آپ مدتوں اورنگ آباد، بیجاپور، گل کنڈہ، اور گجرات میں بحالت تجرید وتفرید ٹھہرے رہے۔

آپ نے صبر وتوکل کے ساتھ صحرا نوردی کی، اور اپنے والد ماجد سے نعمت قادریہ اَخذ کی، آخرش خواجہ عمر مختار اللہ بال چشتی سے خلافت چشتیہ وسہروردیہ حاصل کی۔ خواجہ شکر اللہ نقش بندی سے آپ نے فیضِ نقش بندیہ پایا۔ طیفور ثانی سے بھی استفاضہ کیا۔ آخر دوبارہ گجرات میں بڑودہ کے قریب شاہ سدھنسر مست شطاری سے سلوک ودرویشی کے مرحلے طے کیے۔ بعدہ بحکم اشارۂ غیبی ناسک میں آکر تبلیغ اسلام کی اور گمراہوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔

قلعہ گول کنڈہ کے متعلق ایک امراے شاہی سید حسنی صاحب اولاد گیسودراز حسنی کی دختر سے متاہل ہو کر ناسک ہی میں مقیم رہے۔ آپ کا وصال ۱۶/ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔ ان سے چار فرزند اور ایک دختر رکھتے تھے، جن سے ایک فرزند سید اسداللہ عرف شیر محمد رحمہ اللہ کی ساتویں پشت میں اولاد اخلاف نرینہ سے مولانا موصوف کے والد ماجد سید عبداللہ حسنی رحمہ

اللہ سادات ومشائخین دکن سے ہیں۔

آپ نہایت بزرگ، صاحب ورع وتقویٰ، عالم بے ریا، بڑے خوش نویس اوراعمال واوراد میں (ممتاز) تھے۔فن شعر سے آپ کو بہت شغف تھا، چنانچہ آپ کا دیوان 'دیوانِ حسینی' قابل دید ہے۔حسینیؔ تخلص رکھتے تھے۔آپ کے دو صاحبزادے تھے: خلف اکبر سید عبدالفتاح عرف اشرف علی، خلف اصغر میر غضنفر علی تھے۔

مولانا کی ولادت

تاریخ ولادت ۱۲۳۴ھ یک چراغ ہے۔طفولیت کے بعد جب کچھ ہوش سنبھالا، والد ماجد سے آغازِ تعلیم ہوا۔ابتدائی درس اُردو وفارسی سے فراغت پائی تو خویش واَقارب دیدۂ حسد سے دیکھنے لگے کہ یہ بچہ جس کی پیشانی سے آثارِ سعادت وجلالت نمایاں ہیں ہمارے غبن کردہ حصۂ میراث کو واپس لینے میں کامیاب ہوگا۔

چونکہ اکثر خاندانِ سادات نے شاہانِ مغلیہ سے عطاے سلطانی مثل انعامات و جاگیرات پائے ہیں، خلافِ قانونِ شرعی طبقہ اناث کے افراد نے جبراً عصبات کے حقوق کو پامال کیا ہے۔اس خاندان میں بھی یہی صورتِ حال رہی۔

الغرض! اولوالارحام کی بددیانتی سے حسد وعداوت کے شعلے اُٹھنے لگے اور آپ کے والد ماجد کو ان سے دامن بچانا مشکل ہوگیا تھا، تو اس وقت آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ اس نونہال کو جس کی عمر اس وقت ۱۲ رسال تھی ہمراہ لے کر کہیں ہجرت کر جانا بہتر ہے۔

بندر مبارک سورت جو اس وقت بابِ مکہ کہلاتا تھا آپ کی نگاہوں میں بچ گیا اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَيْهَا وَمُرْسٰهَا کہہ کر قدمِ عزیمت اُٹھایا۔اپنے جداعلیٰ سید صادق شاہ حسینی سرمست مدنی قدس سرہ کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھی اور استمداد واستفادۂ روحانی حاصل کیا۔

پھر قصبہ گلشن آباد (ناسک) اور اہل وطن کو الوداعی نگاہوں سے دیکھ کر ایک لاتعداد مدت تک سیر وسیاحت اختیار فرمایا۔ چندے سورت میں رہ کر بڑودہ پہنچے، جہاں اس زمانے میں سید میاں صاحب سورتی مرحوم کا ایک مشہور اسلامی مدرسہ تھا۔ سید صاحب کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا۔ ۱۵؍سال کی عمر تک کچھ فارسی تو اپنے والد مرحوم سے پڑھ ہی لی تھی، اس مدرسہ میں اپنے استاد صاحب سے صرف ونحو شروع کی۔

حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی حصہ ملا تھا۔ ذہن براق تھا۔ چند علوم تحصیل کر کے اب سورت میں معاودت فرمائی۔ آپ کے والد مرحوم چونکہ نقاش تھے، شاعر بھی تھے اور بحیثیت پیرزادہ ہونے کے علم تکسیر اور تعویذ نویسی میں بھی خوب ماہر تھے، (تو اس طرح) اہل سورت کا رجحان آپ کی طرف ہوتا چلا گیا۔ فقیرانہ زندگی میں پیرزادگی کام آ گئی۔ مشیخت نے ہاتھ دیا اور وجوہاتِ معاش پیدا ہو گئے۔

ادھر صاحب زادہ کی تعلیم سورت کے مدرسۂ مولوی محمود اکبر سورتی میں بے فکری سے ہونے لگی۔ یہاں اچھے اچھے اساتذہ وعلما کے منظورِ نظر ہوئے۔ نواب زادگانِ سورت وغیرہ کی قدردانی نے تمام حوائج زندگی سے باپ بیٹے کو مستغنی کر دیا تھا۔

اب حکم سرکار سے مفتیوں کے امتحان مقرر ہو رہے تھے۔ مولانا موصوف نے (۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں) مفتی کا امتحان پاس کر لیا اور (پھر ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۶ھ میں) سرکار برطانیہ کی جانب سے ملک خاندیس کی عدالت دھولیہ میں بعہدۂ مفتی سرفراز ہوئے۔

چونکہ سلطنت انگریزی کا آغاز تھا، صاحبان انگریز کو جو ججانِ عدالت ہوتے تھے اسلامی اور ہندوانی مذہب کے احکام خصوصاً تقسیم میراث کے پیچ در پیچ مسائل سے ان کو بالکل واقفیت نہ تھی، ہر عدالت میں ایک مفتی اسلامی مقدمات اور ایک شاستری ہندو مقدمات کے فیصلے دینے کی اسامی ضروری تھی، تاکہ انگریز جج سے کہیں کسی کے خلافِ مذہب فیصلہ صادر نہ ہو جائے۔

سب سے بہتر یہ۔ حکومت کا یہی اُصول ہوتا ہے کہ کسی کے مذہب کے خلاف کوئی اَمر صادر نہ ہو۔ سلطنت برطانیہ کی یہ اُصول پسندی اور رعایا نوازی کئی سال تک رعایا کے ساتھ سلوک کرتی رہی ہے۔ دس سال تک عدالتوں نے مفتیوں کو سنبھالا اور جب مسائل میراث وغیرہ کے فیصلے ترجمہ ہو کر آنکھوں کے سامنے آگئے، تو مفتی صاحب اور شاستری صاحب کے عہدے برخواست کر دیے گئے اور ان دونوں مذہبی اسامیوں کو تلاش معاش میں سرگردانی وحیرانی پیش آئی۔

الغرض! ان کی مانگ پکار سے یہ اسامیاں مدرسوں میں منتقل کی گئیں۔ اسی ضمن میں مولانا موصوف بمبئی میں سر جمشید جی انسٹی ٹیوٹ میں مدرس عربی وفارسی مقرر ہوئے۔ وہاں الفنسٹن ہائی اسکول میں یہی عہدہ رہا۔ چندے الفنسٹن کالج میں عارضی طور پر کام آتے رہے اور سالہا الفنسٹن ہائی اسکول میں خدمت کرتے ہوئے عمر کے آخری حصے میں وظیفہ یابی پر فائز ہو کر وطن ناسک میں مقیم ہو گئے۔

شہر بمبئی میں آپ کی ملازمتِ مدرسی نے مسلمانانِ دکن کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا۔ اس علاقے میں اُردو تعلیم بالکل کمزور حالت میں تھی؛ اس لیے آپ نے اُردو کی درسی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اُردو صرف ونحو ابتدائی مدرسوں کے لیے نہایت سہل اور عام فہم زبان میں لکھی۔ نیز فارسی درس وتدریس کا بھی مشغلہ جاری تھا۔ کئی ابتدائی کتابیں آمدن نامہ، تشریح الحروف، فارسی صرف ونحو، اشرف القوانین تالیف کی۔

رفتہ رفتہ زبانِ عربی کی طرف بھی آپ کو زمانہ کی ضرورت نے مائل کیا تو خزینۃ العلوم جلد اوّل ودوم کو مع ترجمہ اردو ختم کیا۔ عربی تعلیم تو گویا ملک میں مفقود تھی، آپ کی توجہ اس کی طرف منعطف کرنے سے عربی تعلیم کا شوق مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ ان تمام درسی کتابوں سے چند کتابیں مدارس اردو وانگریزی میں گورنمنٹ بمبئی نے منظور کیں اور مسلمانوں کی تعلیم کا دریا نہایت تیزی کے ساتھ بہنے لگا۔

صوبہ بمبئی میں آپ ہی ایک فردِ واحد ہیں جن کی تالیفات وتصنیفات کو مقبولیت عام حاصل ہوئی، اور ہزار ہا لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ الفنسٹنہائی اسکول وکالج میں مسلمان طلبہ کی تعداد کمتر تھی، لیکن پارسی طلبہ کثرت سے تعلیم پاتے تھے۔

مولانا کی طرزِ تعلیم وتدریس سے اس قوم نے معتد بہ فائدہ حاصل کیا۔ ان خدمات کے صلے میں گورنمنٹ نے آپ کو جسٹس آف دی پیس (Justice of the Peace) اور 'خان بہادر' کے خطاب سے سرفراز کیا۔

تدریس وتعلیم کے علاوہ دینی ومذہبی کتابوں کا تالیف وتصنیف کرنا آپ ہی کا حصہ تھا۔ چنانچہ جامع الفتاویٰ تین جلدوں میں آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ مولوی حافظ محمد یونس مرحوم کی اسامی بھی گورنمنٹ کے محکمہ ترجمہ میں آپ کو منتخب کیا تھا۔

آغاز اقامت بمبئی کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ نواب جگاؤں کے یہاں آپ کے والد ماجد کی بحیثیت ایک سید اور مشائخ کے رسائی ہوئی، جو اُن کے متعلقین کو درس ووعظ فرمایا کرتے اور اپنی محنت کے صلے میں ہر طرح کی مراعات پر فائز ہوئے تھے۔

ایک بزرگ حاجی سید عبدالرحمٰن صاحب کشمیری جن کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا غوث الاعظم تک پہنچتا ہے، مشائخین عظام شہر سے تھے، آپ کی صاحب زادی مولانا موصوف سے منسوب ہوئیں۔

چونکہ آپ کی سیادت، اخلاق وفضائل ذاتی وغیرہ ایسی چیزیں تھیں کہ سید صاحب موصوف نے آپ کو اپنا وارث سمجھ کر صاحب زادی کے ہمراہ اپنی سکونت کے دو مکان بھی محلّہ گورہ مالا میں آپ کی تحویل میں دے دیے۔ سید صاحب کا وصال ـــــہ میں ہوا۔ آپ کا مزار اور آپ کی صاحب زادی ودیگر متعلقین کی قبریں صحن مسجد گورہ محلّہ میں واقع ہیں۔

'مجمع الاخبار' بمبئی میں ابتدائی آمد

چونکہ آپ کی ذہانت ومتانت کا تقاضا یہی تھا کہ حصولِ ملازمت تک وقت ضائع کرنے کی بجائے شغل دماغی اور خدمت علمی کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے ایک اخبار 'مجمع الاخبار' فارسی میں جاری کیا، اور نہایت خوبی کے ساتھ اس میں دور دراز ملکوں کے واقعات وحالات، دوسرے اخباروں سے استنباط کر کے درج کرتے تھے اور نامہ نگاروں کے مراسلات سے اخبار کو دلچسپ عبارت میں تحریر کرتے تھے۔

بنیاد انجمن اسلام، بمبئی

رئیس اعظم ناوخدا محمد علی روگھے کی صدارت میں بنیاد انجمن اسلام (بڑی)، جس میں خان بہادر حاجی منشی غلام محمد صاحب مرحوم اور مولانا کی معاونت سے انجمن اسلام بمبئی کی بنیاد مستحکم ہوئی۔ آپ انجمن احباب کے اراکین خاص میں سے ہیں۔ اتفاق واتحادِ مسلمین خاص آپ کے خلوصِ قلبی کا منشا تھا۔

انجمن کو ترقی دینے اور اس کو مستحکم کرنے میں بھی آپ نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ کئی بار مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کو درست کرنے کے لیے آپ نے مضامین بھی لکھے تھے اور اہل اسلام کو علم وہنر حاصل کرنے کی طرف ترغیب بھی دلائی تھی۔

حلیہ شریف

قدرت نے آپ کو حسن وجمال ایسا عطا فرمایا تھا کہ مجلس ومجمع عام میں نہایت باوقار ووجیہ نظر آتے تھے۔ رنگ سفید وسرخ، آنکھیں چمکیلی، دست وپا توانا وتندرست، قدوقامت نہایت موزوں، ریش دراز، سر پر عمامہ عربی بندش کا اور جبہ عربی زیب تن فرماتے تھے۔ نعلین

ہمیشہ سلیم شاہی پہنتے۔ مجلس وعظ میں عصائے دراز ہاتھ میں رکھتے۔ آواز ایسی بلند کہ قریب وبعید کے حاضرین سب کو سنائی دیتی۔

شانِ وعظ وخوش بیانی

زبان کی شیرینی ومتانت سے حاضرین پر خاص اثر ہوتا تھا اور جس عنوان پر وعظ فرماتے آخر تک اس کے متعلق مضمون کو ختم فرماتے۔ بزرگوں کی زبانی مسموع ہے کہ آپ کے فرزند ودختر کی شادی رچی ہوئی تھی، اور جب اثنائے تقریب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو ایک دن شادی کی تقریب ملتوی رہی۔ والد مرحوم کے سوم کے روز آپ نے ایک ایسا عجیب وعظ جامع مسجد ناسک میں فرمایا، نیز خوشی وغمی کے متضاد عنوان اور طربناک وہولناک مضمون پر ایک ہی نشست میں ایسی بحث فرمائی کہ جس کو سن کر حاضرین کبھی ہنستے تھے اور کبھی روتے تھے۔ مجالس میں آکر حضار قیمتی شالیں اور نقدی پیش کیے جاتے تھے۔

شاعرِ شیریں زباں

آپ نے اکثر درسی کتابوں میں بچوں کی فہمایش کے لیے نصائح آمیز نظمیں لکھی ہیں۔ نیز قصائد عربی وفارسی کثرت سے لکھے ہیں۔ دیوان اشرف الاشعار نعتیہ میں واعظانہ طرز سے قصیدے لکھے ہیں۔ قصیدے کی طرز میں خلفاے راشدین وائمہ مجتہدین کی مختصر سوانح عمریاں بیان کی ہیں۔ علاوہ مطبوع منظومات کے ایک انبار کثیر آپ کا خودنوشتہ ذخیرہ موجود ہے۔

فن تاریخ گوئی میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے۔ اکثر دور دراز سے دوستوں کی تاریخ وفات اور تقریباتِ خوشی پر مادۂ تاریخ نظم میں لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔

منشی جدت شعار

فن انشا میں ذہانت فطری سے کام لیتے تھے۔ مراسلات میں نہایت خوبی سے اَعزہ واَقارب کو پندونصیحت کے مضمون لکھتے اور نیک چلنی کی تاکید فرماتے۔ علمائے کرام وفضلائے عظام کو عالمانہ اور فاضلانہ اَلقاب سے مخاطب فرماتے۔ امراورؤسا کو جب خطوط لکھتے تو ان میں اپنی منکسرانہ ومتواضعانہ عبارت سے کام لیتے، جن کے جوابات کا ایک ذخیرہ محفوظ وموجود ہے۔

مدیر مجمع الاخبار

آپ نے اخبار 'مجمع الاخبار' فارسی کی دس سال تک ایڈیٹری کی ہے۔ حالات جنگ سندھ وکابل کی خبریں جس قدر اردو میں نامہ نگاروں کی جانب سے دفتر اخبار کو پہنچتی تھیں فارسی میں ترجمہ کرکے بلاکم وکاست درج اخبار کردیتے تھے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ہندوستان میں آپ ہی کا ایک اخبار فارسی میں واحد اخبار تھا، اس اخبار میں حالات جنگ کے افسران انگریز کی بھی سوانح عمریاں بھی مختصر طور پر لکھی جاتی تھیں۔

مفتی فتویٰ نویس

مفتی گری کا امتحان پاس کرکے ملک کے اکثر استفتا آپ کے پاس آتے، جن کے جوابات فوراً لکھ کر روانہ فرماتے۔ وہ اس قدر مدلل اور صحیح ہوتے تھے کہ عدالتوں میں افسرانِ عدالت اسی موجب فیصلہ صادر کرتے، خصوصاً علم فرائض میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ آپ کے دست خطی استفتا وجوابات آپ کی تصنیف جامع الفتاویٰ تین جلدوں میں مطبوعِ عام وخاص ہیں۔ نیز اکثر قاضیوں اور جاگیرداروں کی وراثت کے متعلق شجرات وتقسیم سہام

کے کاغذات آپ کے ذخیرے میں موجود ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مدعی مستفتی نے اپنے فائدے کے لیے ایک استفتا اپنی عبارت میں پیش کیا، آپ نے اس کے بیان کے بموجب فتویٰ لکھ کر مہر لگا دی۔ چند روز کے بعد مدعا علیہ مستفتی اسی مسئلہ کے متعلق اپنے فائدے کے لیے دوسری عبارت میں استفتا خدمت میں لایا۔ تو آپ نے اس کے بیان کے موافق فتویٰ کا جواب لکھ دیا۔ جب عدالت میں مقدمہ پیش ہوا تو آپ کو بحیثیت گواہ عدالت میں طلب کیا گیا۔ جج نے پوچھا کہ دونوں فتوؤں کا جواب آپ نے دیا ہے اور سوال چونکہ ایک ہی قضیہ کے متعلق ہے تو جوابات کیسے مختلف ہیں؟۔

آپ نے فرمایا کہ صاحب! مفتی ہر آنچہ گفتی، جس جس نے اپنے طور پر سوال پیش کیا ہے اسی طرح مفتی حکم صادر کرتا ہے، یہ کام عدالت کا ہے کہ وارثوں کی اموات یکے بعد دیگرے کب ہوئی ہے، اس کی تفتیش کی جائے۔ مفتی کا کام صرف یہ ہے کہ چند وارثوں کی حیات شجرہ مورث میں بتائی گئی ہے ان کو حسب قوانین فرائض حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔

جج صاحب ہنسے اور فرمایا: سچ ہے یہ آپ کی غلطی نہیں بلکہ ہر دو فریق نے اپنے اپنے مطلب کے حصول کی خاطر وارثوں کی پس وپیش موت کا اظہار کیا ہے، اس حالت میں جوابات میں حصوں کی کمی بیشی ہونا لازمی ہے۔

درس وتدریس

یہ منصب آپ کی حسین حیات میں سب سے اہم، سب سے بہتر اور سب سے مفید خواص وعوام کے حق میں ہوا ہے۔ آپ سالہا مدارس سرکاری میں مدرسی پر فائز رہے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے درسی کتابیں اور صرف ونحو کو بمبئی گورنمنٹ نے منظوری دی اور سالہا سال تک آپ کی کتابیں اردو مدرسوں میں جاری رہیں۔

جن جن بچوں نے آپ کی درسی کتابیں پڑھی ہیں ان کے فیض بے پایاں سے صاحب علم وشہرت ہوئے اوران سے نیک اخلاقی اور نیک چلنی کی راہ پر گامزن ہوئے ہیں۔آپ کی چند فارسی کتابیں بھی ٹیکسٹ بک کے طور پر مدارس انگریزی میں اجرا پائیں، جن میں 'صد حکایات' اب تک مشہور ومروّج ہے۔

ملازم سرکار

گورنمنٹ کی ملازمت بڑی سخت چیز ہے۔اس میں قابلیت کے علاوہ پابندیِ اوقات کی ذمہ داری کا انجام دینا آسان کام نہیں۔ باوجود اشغال فتویٰ نویسی ووعظ گوئی مولانا نے جس خوبی سے مختلف خدمات سرکاری کوانجام دیا یہ آپ کی استعدادِ طبعی،قوتِ ذہنی اور صحت جسمانی کی مرہونِ منت ہے۔

چونکہ آپ کے زمانے میں مدارس علیا کا فقدان تھا، خال خال کہیں اردو کے معمولی مکتب خانے تھے،البتہ ابنائے ملک کی کثرت نے حکومت وقت کواس امر پر مجبور کیا تھا کہ ملکی زبان کوفروغ دیا جائے۔دکن مرہٹی چل نکلی، اُردو بے چاری مسجدوں کے عاشور خانوں میں مقید رہی،اور امدادِ سرکاری کی غذا نہ ملنے سے جابجا کمزور تھی۔مولانا نے خداداد قابلیت سے مرہٹی میں عبور حاصل کیا،اور ضرورتِ وقتی کے لحاظ سے انگریزی کی بھی بلامدد اُستاد تحصیل کی۔

آپ انگریزی اچھی مـا یُـقْرَأ خط میں لکھتے اور بات چیت بھی مـا یُفْهَم کرنے لگے۔ آپ نے انگریزی کتب سے تاریخی مضامین کا ترجمہ کر کے درسی کتابوں میں داخل کیا ــــــ میں دھولیہ میں بعہدہ انکم ٹیکس افسر۔ جواس وقت کی ایک ذمہ دار اسامی تھی۔ خدمت اختیار کی۔ بعدازاں رجسٹری کے منصب پر فائز رہے۔

رفتہ رفتہ مفتی عدالت خاندیس کی اسامی خالی ہوئی،تو ضلع خاندیس کے خاندان قضاۃ

کے جائز ورثائے قضاءت کے امتحانات لیے اور ان کے تمام تر انعامات وعطایائے سلطانی کو کسی غیر خاندان کے افراد میں منتقل ہونے سے بچالیا۔ چنانچہ آج تک قاضیانِ خاندیس کی اولاد آپ کی حسن کارگزاری کی شکرگزار ہے۔

یحییٰ حافظ محمد یونس کی اسامی انٹر پریٹر کی خدمت انجام دی۔ سر جمشید جی انسٹی ٹیوٹ میں مدرس فارسی رہنے کے بعد الفنسٹن ہائی اسکول اور کالج میں پروفیسر عربی وفارسی کے ملازم ہوئے، اور حسب قانون وظیفہ یاب ہوکر اپنے آبائی وطن گلشن آباد ناسک میں آخر عمر تک پاک زندگی بسر فرمائی۔

تصنیف وتالیف

یہ زبردست خدمت مولانا کی زندگی کا مفید خلائق اور مفید اہل اسلام شاہ کار ہے۔ جس قدر کتابیں آپ نے تصنیف وتالیف فرمائی ہے سب کی سب بمبئی کے رئیس التجار قاضی کے مطبع حیدری وکریمی میں طبع ہوکر ملک دکن میں خاص اور ہند میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں۔

آپ کی بعض کتابیں پنجاب کے مطبعوں میں بھی چھپی ہیں۔ بعض کتب کا ترجمہ گجراتی زبان میں بھی بغرض نفع رسانی اہل گجرات کے اشاعت ہوا ہے۔ اردو علم الادب کے ہر فن میں آپ کا قلم جولان رہا، فارسی میں بھی مردِ میداں تھے۔ بعض کتب ایسی تالیف فرمائیں جو عربی فارسی اردو اور انگریزی چار زبانوں کا احاطہ کرتی تھیں۔ آپ علم اخلاق میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

آپ نے حمد ونعت کے دریا میں غوطہ زنی کر کے گوہر آبدار مضامین بر آمد کیے۔ انشا وعروض کے لق ودق بیابان میں سیر کر کے مضامین اعجوبہ نکال لائے۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات قریباً چالیس تو چھپ چکی ہیں، اور ایک درجن ہنوز مسودات کی صورت میں زینت ذخیرہ ہیں۔ ان تمام کتب پر تنقید کرنی اس فقیر ننگ خاندان بشیؔر کا کام نہیں، شاید کوئی مرد

فاضل ان پر تنقیدی نظر ڈال کر اس مفید عام خدمت کو انجام دے تو مناسب ہوگا۔ تنقید کی اہلیت سے فقیر محروم ہے۔

خدمت و ہمدردیِ علما، فقرا، شعرا و اُدبا

چونکہ خاندانِ سادات میں قدرتاً خدمت و فیض رسانی خلق اللہ کا جذبہ ہوتا ہے، تو اس جذبہ ٔفطری سے بھی آپ نے وہ کام کیا ہے کہ باید و شاید۔ جب کوئی سیاح آپ کے پاس آتا تو اسے اپنے دولت خانہ پر ٹھہراتے، ان کی خدمت کرتے، اور جاتے وقت اس کی غربت و سیاحت کا خیال کرتے ہوئے کچھ نقدی اسے پیش کر کے الوداع کہتے۔

شعرا آپ کی تعریف میں نظم و قصائد لکھتے، تو ان کو معقول (ہدیہ) دے کر روانہ فرماتے۔ دیگر غربا و سیاحین کا حال بھی کچھ ایسا ہی کثرت سے دیکھنے میں آیا ہے کہ ان سے ہمدردانہ سلوک روا رکھا، اور خوشی بخوشی ان کو روانہ فرمایا۔

ساداتِ کرام و مشائخین عظام سے آپ کو قلبی محبت تھی؛ کیوں کہ آپ نے خود بھی گہوارۂ سیادت و مشیخت میں پرورش پائی تھی۔ آپ ان کے ساتھ نہایت تکریم و تعظیم سے پیش آتے اور فرماتے کہ ہم قرآن کے اَوراق ہیں، اور پیران کبار و سادات باوقار دریاے عرفان کے موتی، اور سب ایک ہی چمنستانِ وحدت کے پھل پھول ہیں۔

آپ کے اَجداد اور عطایاے سلطانی

سلاطین اسلام کو چونکہ اہل بیت کرام سے خاص عقیدت رہی ہے، اور ان کی دعاے خیر و برکت کو وہ بقاے سلطنت اور قیام حکومت کا سبب جانتے تھے ــــــہ میں شاہزادہ خرم جو آگے چل کر سلطان شہاب الدین الملقب بہ شاہ جہاں شہنشاہِ ہند ہوا، اپنے قیام گلشن آباد

میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضری دی ہے اور خود اس نے آپ سے اور اس کی چہیتی سلطانہ ممتاز محل نے فیض بیعت حاصل کر کے چار پانچ گاؤں بطور عطایاے سلطانی آپ کی اولاد کے لیے مدد معاش میں دیے ہیں، جن میں سے تین سلطنت انگریزی میں ضبط ہو چکے اور دو حکومت مرہٹہ میں بحق سرکار ہو گئے۔

فی الحال دو گاؤں مساقہ پور اور اندورہ کی سندات ضلع ناسک میں مولانا ہی کے نام گورنمنٹ انگریزی نے عطا کی ہے اور سرکاری خزانہ کچھ روپیہ نقد آپ کے مورثِ اعلیٰ کی آل اولاد میں اخراجات چراغ بتی درگاہ شریف و مسجد و مرمت عمارات وغیرہ منہا ہو کر بقایا رقم حسب قانون شریعت و فرائض تقسیم ہوئی ہے۔

خطابات وعطایاے برطانیہ: جسٹس آف پیس، خان بہادر

آپ کی حسن کارکردگی و سعی تعلیم مسلمانان کے صلے میں گورنمنٹ برطانیہ نے آپ کو بحیثیت رئیس اعظم بمبئی ۱۔۔۔ میں خطاب 'جسٹس آف دی پیس' عطا فرمایا۔ اور چند ہی سال کے بعد خطاب 'خان بہادر' کی سند بدست خط قاضی گورنر جنرل آف انڈیا عنایت کی۔

بحیثیت ممتحن

پیشتر ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے ضلع خاندیس کے قاضیوں کے امتحانات لے کے ان کے مورثانِ اعلیٰ کو جو عطایاے سلطانی و انعامات سلاطین اسلامیہ نے دیے تھے ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ بحال رکھے ہیں۔ اثناے ملازمت مدرسی میں آپ طلبہ بی.اے میٹرکیولیشن کے سالہا سال تک ممتحن رہے۔ نیز سول ملٹری اگزامینیشن کمیٹی کے ممتحن رہ کر کامیابی کے ساتھ آپ نے ممتحن کے فرائض اَدا کیے ہیں۔

زہد وتقویٰ

چونکہ آپ مذہبی معاملات ومعلومات کے خوب ماہر تھے۔ مفتیت، مولویت اور مشیخت میں پیش پیش رہے، لازمی اَمر تھا کہ خود بھی مناہی سے محترز اور اوامر پر عامل رہتے؛ چنانچہ آخر عمر تک آپ زہد وتقویٰ سے آراستہ ہوکر سنن نبوی علیہ السلام کی پابندی میں سرگرم تھے اور جملہ پیرانِ طریقت کے اوراد ووظائف سے شغف کامل رکھتے تھے۔ شب میں آرام کم فرماتے، اور شب وروز عبادتِ الٰہی میں- باوجود کثرت کاروبارِ دنیوی وملازمت سرکاری- مصروفیت کواپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔

اساتذہ ومرشدانِ طریقت

والد ماجد، مولوی محمد ابراہیم باعکظہ، مولوی محمد اکبر کشمیری، سید میانی صاحب سورتی، مولوی محمد اکبر پشاوری، مولوی سید نور خلیفہ شاہ عبدالعزیز، مولوی بار یاب صاحب، شاہ عطا حسین المعروف بہ عبدالرزاق ابوالعلائی، صوفی شاہ دلاور علی صاحب ابوالعلائی۔(۱)

میر محمد صالح بخاری: علماے نامی وفضلاے گرامی سے ہیں۔ بخارا وسمرقند میں تحصیل علوم کی۔ حدیث وتفسیر میں دست گاہِ کامل رکھتے تھے۔ ایک مدتِ دراز تک بمبئی میں سکونت کی تھی اور تنشیر علوم دین میں اشتغال رکھتے تھے۔

---

(۱) ان کے علاوہ بھی آپ نے مشاہیر روزگار سے تحصیل علم وکمال کیا تھا جس کی تفصیلات کتب تذکرہ میں موجود ہیں، اور خود مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی نے اپنے مجموعہ فتاویٰ 'جامع الفتاویٰ' میں اس کی وضاحت کی ہے: مثلاً مولوی عبدالقیوم کابلی، مولوی بدرالدین کابلی، مولوی شاہ عالم بڑودوی، مولوی اشرف آخون زادہ، مولوی محمد اسحٰق محدث دہلوی، مفتی عبدالقادر تھانوی، مولوی خلیل الرحمٰن مصطفےٰ آبادی، سیف المسلول مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی۔ واللہ اعلم۔ -چریاکوٹی-

چند رسائل آپ کے مثل نفحات ریحانیہ صمصام حبیب اللہ، سیف اللہ اللامع، مجموعہ افادات وغیرہ ہیں۔ آخر عمر میں اورنگ آباد دکن میں جا کر قیام کیا۔ ۱۲۵۹ھ میں وہیں رحلت فرمائی، اور وہیں مدفن منورہ ہے۔ آپ کے دو فرزند: مولوی میر عبداللہ اور سید احمد اورنگ آباد میں رہے۔

مولوی بشارت اللہ عمری کابلی: مشاہیر علما و فضلائے بمبئی سے ہیں۔ کابل وطن تھا، بمبئی میں تشریف لا کر تعلیم و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ مدرسہ محمدیہ کی جامع مسجد میں بنیاد ڈالی۔ تاجر نامی رئیس اعظم بمبئی ناخدا محمد علی روگھے بانی مدرسہ ہیں۔

مولوی صاحب موصوف نے انوار و فیوضات علوم سے ایک عالم کو منور فرمایا۔ ہزاروں طلبہ نے آپ سے فیوضات حاصل کیے۔ ۱۷ رصفر ۱۲۸۵ھ میں واصل بحق ہوئے، اور بمبئی میں مدفون ہیں۔

آپ کے فرزندانِ رشید مولوی حکیم فرحت اللہ اور مولوی ہدایت اللہ بفحوائے الولد سر لأبیہ انوارِ علوم سے آراستہ اور درس و تدریس میں والد مرحوم کی طرح سرگرم تھے۔ فقیر راقم کے والد مرحوم (مولانا سید امام الدین احمد گلشن آبادی) نے آپ سے علم فقہ، اور اصول واَدب حاصل کیے۔ فرحت اللہ صاحب طبیب حاذق تھے۔

مولوی محمد اکبر کشمیری: علما و فضلائے کشمیر سے ہیں۔ جامع علوم ظاہری و باطنی، اور ماہر معقول و منقول تھے۔ علمائے کشمیر سے تحصیل علوم کر کے سیاحت اختیار کی۔ ۱۲۵۱ھ میں بمبئی تشریف لائے اور طلبہ دین کی درس و تدریس میں مصروف رہے۔

آپ کے تلامذۂ ارشد سے سید عماد الدین رفاعی بمبئی، قاضی شریف عبداللطیف بمبئی، قاضی محمد عزیز الرحمٰن، مولوی خلیل الرحمٰن برہان پوری، مفتی سید عبدالفتاح عرف مولوی سید اشرف علی گلشن آبادی وغیرہ مشہور ہیں۔ ۱۲۶۱ھ میں مدرسہ محمدیہ مسجد جامع میں مدرس رہے۔ ۲۲ رشوال ۱۲۷۲ھ میں رحلت فرمائی، بمبئی میں آسودہ ہیں۔

مولوی محمد ابراہیم باعکظہ شافعی: خلف معلم احمد باعاظہ ہیں، اصلاً عرب سے ہیں، دکن وکوکن میں علمائے نامدار وفضلائے عالی وقار سے تھے۔ فقہ، تفسیر وفرائض میں کمال رکھتے تھے۔ ہزاروں طلبہ علم آپ سے فیض یاب ہوئے ہیں۔

آپ کے تلامذہ سے قاضی شریف عبداللطیف، مولوی عبدالحمید خطیب مسجد باعکظہ، سید عمادالدین رفاعی، مولوی عبدالقادر باعکظہ وغیرہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات سے مفید الانتباہ لرفع الاشتباہ فقہ شافعی میں رسائل وغیرہ ہیں۔ ۱۲۸۲ھ میں رحلت فرمائی۔ فقیر راقم کے جدامجد کے اُستاذ ہیں۔

مولوی محمد اکبر سورتی: ملقب بہ سلطان الواعظین ہیں۔ مولد ومنشا شہر سورت ہے۔ تحصیل علوم وفنون علمائے گجرات سے کی۔ بعد تحصیل علوم ہند کی سیر وسیاحت اختیار فرمائی۔ شاہ جہاں آباد، دہلی اور لکھنو وغیرہ میں رہے۔ مواعظ ونصیحت سے آپ کی مجلس گرم رہتی تھی۔ اور خلق اللہ آپ سے ہدایت پاتی تھی۔

جب اکبر شاہ بادشاہ دہلی نے آپ کی توعیظ وتفصیح سنی، بہت خوش ہوا، اور آپ کو خطاب سلطان الواعظین، فصاحت جاہ فقیہ الملک، مناظر الدولہ، مباحث جنگ کا عطا فرمایا۔

وہاں سے مراجعت کر کے بلدۂ حیدر آباد دکن میں پہنچے، سالہا سال حیدر آباد دکن میں نصائح ومواعظ سے سامعین کو راہِ ہدایت دکھائی، امرائے حیدر آباد میں ممتاز رہے۔ ۱۳۰۴ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ ایک مکان خاص کی بنا کی جو مشہور بہ 'نبی خانہ' تھا۔ اسی میں مدفون ہیں۔

آپ کے فرزند رشید مولوی احمد علی خاں بہادر ناظم عدالت شاہی رہے اور امیر مجلس عدالت عالیہ تھے۔ افسوس کہ صاحب زادہ نے آپ کی حین حیات میں ۱۲۹۳ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے فرزند ثانی مولوی محمد سعید تھے۔

مولوی محمد نور دہلوی: خلف مولوی محمد نعیم دہلوی کے ہیں۔ علمائے کرام وصوفیانِ عظام ہند سے تھے۔ ایک عرصہ تک مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں تحصیل علوم کی۔ بعدہ شیخ العصر شیخ عبدالرحیم محدث قادری سے خرقۂ خلافت قادریہ اخذ کیا اور سیر وسیاحت کو چل نکلے، جہاں پہنچتے بزرگانِ وقت سے فیضیاب ہوتے۔

آخر ۱۲۲۵ھ میں ناسک پہنچے، طلبہ ومریدین کو تعلیم وتلقین فرماتے رہے۔ اہالیانِ ناسک میں کئی اشخاص نے آپ سے فیض پایا؛ چنانچہ مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی اور اُن کے والد ماجد سید عبداللہ حسینی گلشن آبادی نے آپ سے فیوضاتِ باطنی حاصل کیے اور حلقہ بیعت سے مشرف ہوکر خرقہ خلافت قادریہ اخذ کیا۔ ۵/رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اور مسجد کوکن پورہ ناسک کے صحن میں آسودہ ہیں۔

سید میاں سورتی: اصل اسم گرامی سید احمد میاں ہے۔ باشندہ گجرات ہیں۔ مشاہیر علمائے ربانی وماہر رموز رحمانی ہیں۔ مولانا نصر اللہ خان کی خدمت میں چندے رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل فرمائی، بعد تکمیل علوم حضرت قطب العصر سید قطب صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے فیض خلافت قادریہ اخذ کیا، اور اپنے پیرومرشد کی رحلت کے بعد مسجد مرجان شامی سورت میں سجادۂ مشیخت پر جلوس فرمایا۔ آپ نے طلبہ وعقیدت مندانِ آخرت کو علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے مالا مال کردیا۔

بندر مبارک سورت میں آپ کا فیض عام جاری رہا۔ آپ کے کئی طلبہ صاحب مراتب ودرجات گزرے ہیں۔ الغرض! آپ کی ذات جامع شریعت وطریقت تھی۔ ۱۵/ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ شہرت سورت میں آسودہ ہیں۔

صوفی دلاور علی شاہ ابوالعلائی: یہ بزرگ مشاہیر کاملین متاخرین سے ہیں۔ شاہ روشن علی ابوالعلائی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ فیض وخلافت ابوالعلائیہ آپ سے حاصل کیا، چنداں ان کی خدمت میں رہ کر حضرت شاہ لقیت اللہ ابوالعلائی کی خدمت بابرکت سے اکثر

فیوضات باطنی حاصل کیے۔ کہتے ہیں کہ بارہ سال بے آب ودانہ صحرا میں بحالت جذب پھرتے رہے، اذکار واشغال سے کم فرصت پاتے تھے۔

مولانا شاہ زبیر قطبی قادری سے بھی نعمت فیض قادریہ پائی ہے، نیز سید شاہ قمرالدین صاحب داناپوری سے بھی مستفید و مستفیض ہوئے ہیں۔ مجاہدات وریاضات کے بعد حرمین شریفین پہنچے۔ بعد زیارت وحج ۱۲۵۱ھ بمبئی میں آئے، پھر مکہ معظمہ کو ۱۲۷۱ھ میں راہی ہوئے، اور اسی سال مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی، جنت البقیع میں آسودہ ہیں۔

شاہ عطاحسین ابوالعلائی عرف سید عبدالرزاق: آپ کے والد ماجد کا نام سید شاہ سلطان احمد ابوالعلائی ہے۔ مشائخین وعلماے مشاہیر ہند سے ہیں۔ نہایت مرتاض وزاہد تھے، تقویٰ وطاعت میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد اپنے جدامجد سید شاہ غلام حسین ابوالعلائی سے بیعت کی، پھر قطب العصر سید قمرالدین کے حلقے سے وابستہ ہوکر اشغال واذکار درویشی میں منہمک رہے، نسبت قلبی اور توجہ عینی آپ کی بدرجہ کمال تھی۔

آپ نے کئی سال سیر وسیاحت میں گزارے۔ پاپیادہ حج بھی کیا۔ بمبئی میں آپ کے ہزارہا مریدین وطالبین تھے۔ رؤسا میں ناخدا محمد علی روگھے رئیس اعظم بھی ہیں۔ علما ومشائخین میں فقیر راقم کے جدامجد مولانا مرحوم آپ کے خلیفہ اَرشد ہیں۔

آپ نے مولانا کو 'سید الخلفاء' کا خطاب عنایت فرمایا۔ اور آپ کے والد مرحوم کو 'پیر خضر شعار' (اور معمر الخلفاء) کا لقب دیا ہے۔ آپ کی دستخطی کتاب 'معمولات اشرف' ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔ کتاب تاریخ ابوالعلائیہ نصائح العارفین میں کامل حالات آپ کے خاندان کے اور مولوی سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کے مندرج ہیں۔ ۱۳۱۳ھ میں وصال ہوا، صاحب گنج گیا (بہار) میں آپ کا مدفن ہے۔

ناسک کی اقامت میں میونسپل کے نامینیٹڈ کونسلر

چونکہ وظیفہ یابی کے بعد اپنے وطن گلشن آباد میں قیام دوام کا تہیہ ہو چکا تھا؛ اس لیے بمبئی کے مکانات فروخت کر دیے۔ ہر چند آپ کے تلامذہ و مریدین نے بمبئی کی اقامت پر اصرار کیا؛ مگر آپ فرماتے تھے کہ 'حب الوطن من الایمان'، اپنے بزرگوں کے قبرستان مسمی بہ 'رسول باغ' کی زمین سے میرا خمیر سرشتہ ہے، اور قدرے موروثی جائیداد بھی ناسک ہی میں ہے، رشتہ داروں میں رہوں گا، آل اولاد کے لیے معاش وغیرہ کا انتظام کرنا ہے، اگر اولاد بمبئی میں رہی اور میں ان سے جدا رہا تو مزید افکارات کا سامنا ہوگا، ان خیالات نے جو واجبی تھے بمبئی کو الوداعی سلام کیا اور وطن میں آ گئے۔

فلاحت وزراعت کا شوق

وطن میں آنے کے بعد چند اراضی زراعت وغیرہ جو آپ نے خرید کر لی تھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہے اور باغات وغیرہ کی طرف رجوع فرمایا۔ فلاحت وزراعت کو ملازمت پر ترجیح دیتے تھے ع: زرع ثلثانش زراست وثلث باقی ہم زراست

چنانچہ آپ نے باغ میں درخت انبہ کے پودے لگائے اور پھولوں کے درختوں کی نہایت احتیاط سے نگہبانی فرماتے رہے۔

حالات مرض الموت وخاتمۂ مضمونِ فقیر

عروسی شود خانہ ماتمت
اگر نیک روزے بود خاتمت

آج یہ خاکسار ایک عالی مرتبت شیخ العصر عالم کامل سید عالی نسب کے وصال شریف کا حال لکھنے کی جرأت کرتا ہے، جو ملک دکن میں من کل الوجوہ خوبی دارین کا سرچشمہ فیض بن کر گزرا ہے۔ عالم فانی میں ہر انسان کی جدائی موجب صدرنج والم ہوتی ہے؛ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو اپنے حسن خاتمہ سے اہل عالم پر ظاہر کردے کہ میں دنیائے دنی کے عارضی دورانِ اقامت میں نعم ہائے الٰہی کا شکر گزار رہا ہوں اور آخرت کی اوّلین منزل طے کر کے خوش وخرمی کے ساتھ منزل مقصود اعلیٰ پر جا پہنچا ہوں۔ یہی مضمون آیت کریمہ رَبَّنَـا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً کا اصلی مفہوم ومقصود ہے۔

ولی کے لیے یہ اَمر لازمی نہیں ہے کہ اس سے اظہارِ کرامت ہو بلکہ آخری وقت حیاتِ بقاے ایمان کی خلعت پاک پہن کر لقاے رحمٰن کی مشتاق ومتوالا ہوکر سرائے فانی کو الوداع کہتے ہوئے سرائے باقی میں رحل اقامت ڈالے۔

بیرون گور لاف کرامت چہ می زنی

ایماں اگر بگور بری صد کرامت است

آہ! وہ آخری گھڑیاں جب انسان کا دم ٹوٹنے لگتا ہے قریب آن پہنچا، تاریخ ۱۵/ماہ صفر کی تھی، جمعہ کی صبح نمودار ہوئی، سلسلہ کلام نصیحت انجام متعلقین کے مجمع میں جاری تھا، بار بار پوچھتے تھے کہ آج کیا دن ہے، جواب میں جمعہ کہا جاتا تھا، تبسم ریز لب جنبش کرتے رہے، آہستہ آواز میں، ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا ہیں، قطرہ ہیں یا صدف، گہر ہیں یا دریا، اور کبھی آیت کریمہ هَيِّئ لَنَـا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ صاف ستھرے بستر وتکیہ کا خیال طہارت جسم ولباس کا تقاضا اشارہ کر رہا تھا کہ اب طائر طاہر روح' عالم قدس کی طرف پرواز کرے گا اور مسکن اشرف واطہر خالی ہو جائے گا۔

الغرض! قریب بارہ بجے دن ۱۵/صفر بروز جمعہ اپنے صاحب زادہ مولوی سید امام الدین، راقم فقیر مولف کے والد مرحوم کو طلب فرما کر کہا: آج مدرسہ سے رخصت لے لو، ہم تم

سے رخصت ہوتے ہیں۔ لب مبارک کلمہ اشہد سے ترنم ریز تھے، والد مرحوم نے مصافحہ کر کے ہاتھ چومے اور یہ رباعی بآواز بلند پڑھی۔

مفلسانیم آمدہ درکوے تو
شیئاً للہ از جمالِ روے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بر بازوے تو

اسی آواز میں وہ روح پاک کالبد عنصری کی خاک جھٹکتی ہوئی عالم افلاک سے گزر گئی اور نشیمن قدس میں راحت گزیں ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ ، دعواھم فیھا سبحانک اللّٰھم وتحیتھم فیھا سلام وآخرُ دعواھم أن الحمد للّٰہ ربّ العالمین .

مولانا سید بشیرالدین احمد پیرزادہ نے جو اَحوال 'حیاتِ اشرف' کے نام سے اپنے دادا حضور کے لیے قلم بند فرمائے تھے، وہ یہاں آ کر تمام ہوئے۔ جس وقت دولت بے زوال زیر تسہیل و ترتیب تھی تو ہم نے بھی تگ و دو کر کے علامہ سید عبدالفتاح گلشن آبادی کا ایک سوانحی خاکہ تیار کیا تھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی یہاں بلاکم و کاست من وعن بطورِ ضمیمہ نقل کر دیا جائے؛ کیوں کہ اس میں بعض ایسے گوشوں کو بھی اُجاگر کر دیا گیا ہے جن سے یہ تذکرہ کسی وجہ کر محروم رہ گیا ہے۔ وھو ہٰذا : [وما توفیقی اِلا باللہ]

ضمیمہ

مولانا مفتی عبدالفتاح گلشن آبادی

از: مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی۔عفی عنہ۔

سرزمین ناسک صدیوں سے علم پرور اور علم دوست حضرات کا گہوارہ رہی ہے۔اس کی کیمیائی خاک سے بہت سے ذرّے آفتاب ہوئے ہیں، جن کی فیض بخش کرنوں نے برصغیر کے اطراف واکناف کو نور بداماں کیا۔اسی خاک کے ایک سپوت مفتی سید عبدالفتاح عرف بر سید اشرف علی گلشن آبادی بھی ہیں، جن کی گراں قدر تالیفات وتصنیفات نے واقعتاً گلشن سلام کو شاداب وآباد کر دیا ہے۔

علامہ برصغیر کے اُن مایۂ ناز علما میں تھے جن کے وجود سے چودھویں صدی کو فخر واِعزاز حاصل تھا۔آپ امام اہلسنّت بھی ہیں، اور مجاہد سنیت بھی۔آپ کے دم قدم سے ناسک اور س کے اطراف میں عقیدۂ اہل سنت خوب پھلا پھولا، اور آپ جیتے جی اس کی آبیاری کا ؤمنانہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

نام ونسب: آپ کا اسم گرامی عبدالفتاح اور عرفیت سید اشرف علی ہے۔سید شاہ بداللہ حسینی کے خلف الرشید اور خانوادۂ نبوت کے گل سر سبد ہیں۔سادات حسینی ہونے کے عث آپ کا خانوادہ شروع ہی سے دکن کے علاقے میں 'پیرزادہ خاندان' کہلاتا تھا۔آپ حر عالم، بے مثال مفتی، مجاہد سنیت، عارف حق نگر، اور دنیاے رشد وہدایت کے قافلہ سالار تھے۔سلسلہ نسب یوں ہے:

سید عبدالفتاح بن سید عبداللہ حسینی قادری پیرزادہ گلشن آبادی، بن سید شمس الدین، بن ین العابدین، بن سید محی الدین، بن سید عبدالفتاح، بن سید شیر محمد، بن سید محمد صادق شاہ سینی، بن سید امین الدین، بن شیر محمد، بن سید علی اسداللہ، بن احمد راجو، بن سید اسداللہ، بن

سید محمد راجو، بن سید امین الدین، بن سید صفی ہمدانی، بن سید محمد، بن سید احمد اصغر، بن سید علی اصغر، بن سید حسین عسکری، بن سیدنا امام علی نقی عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ نسباً نقوی، مذہباً حنفی اور مشرباً قادری ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۳۴ھ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت 'یک چراغ' ہے۔ والد بزرگوار کا نام سید عبد اللہ حسینی تھا جن کی عرفیت گھانسی میاں تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سراج بی بی بنت چراغ علی تھا۔ اور سید چراغ علی' حضرت نعمت اللہ فرزند سید صادق شاہ سرمست حسینی قدس سرہ العزیز کی شاخ کے فرزند نرینہ میں آخری چراغ تھے۔

ایک دین دار گھرانے اور علم وفضل کے گھوارے میں آپ نے آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی تعلیم گھر کے روحانی اور علمی ماحول میں ہوئی۔ گلشن آباد کو آپ کی ابتدائی تربیت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پھر والد گرامی نے علم واَدب اور شعور وہنر سے آراستہ ہونے کے لیے آپ کو سفر گجرات پر روانہ کر دیا۔ بچپن ہی سے آپ کو علم کا جیسے نشہ تھا؛ اس لیے آپ کے اس فطری ذوق اور شوقِ علم نے آپ کو کبھی گھر بیٹھنے نہیں دیا۔

علوم متداولہ کے اکتساب کے لیے انھیں جہاں جہاں اساتذۂ وقت نظر آئے انھوں نے ان سرچشموں سے مستفیض ہونے کی کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جب بھی موقع ملتا، علاقے کے علما ومشائخ سے کسبِ علم وفیض کے لیے نکل جاتے۔ اسی لیے آپ کے اَساتذہ کی فہرست کافی طویل ہے۔ آپ کے معروف اساتذہ میں کچھ کے اسماے گرامی یہ ہیں جن سے آپ نے علومِ متعارفہ ومتداولہ کی تحصیل کی :

اَساتذہ: حضرت سید میاں سورتی، مولوی شاہ عالم بڑودوی، مولوی بشارت اللہ کابلی، مولوی عبد القیوم کابلی، مولوی بدر الدین کابلی، مولوی محمد عمر پشاوری، مولوی اشرف آخوند زادہ، مولوی محمد صالح بخاری، مولوی محمد اسحٰق محدث دہلوی، مفتی عبد القادر تھانوی، مولانا خلیل الرحمٰن مصطفیٰ آبادی، سیف المسلول مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی، مولوی محمد اکبر کشمیری، اور حضرت مولانا معلم ابراہیم باعکظہ وغیرہ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ -(۱)

نیز مولانا عبد الفتاح نے خود اپنے مجموعہ فتاویٰ 'جامع الفتاویٰ' کی جلد اول کے آغاز میں ان مذکورہ اَساتذہ کا ذکر بڑے عزت واحترام سے کرنے کے بعد لکھا ہے :

> ان کے حضور میں اس بندے نے شاگردی کی ہے اور کتب درسیہ معقول ومنقول، صرف ونحو، علم فقہ، اور فروع واصول بقدر حوصلہ حاصل کر کے تدریس وتوعیظ وتالیف میں مشغول ہوا۔(۱)

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے کسی خاص درس گاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ اپنے زمانے کے دستور کے مطابق اساتذہ وقت کی خدمت میں رہ کر کسب علم کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے اعلیٰ خاندانوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ کاملانِ فن کو اپنے گھروں میں بطور اتالیق رکھتے اور اپنے بچوں کو بجائے مدارس میں بھیجنے کے گھر ہی میں تعلیم دلاتے تھے۔(۲)

میدانِ تعلیم : ان عظیم وجلیل بارگاہوں سے آپ نے کتب درسیہ کا فیض لیا۔ معقول ومنقول میں مہارت وحذاقت پیدا کی۔ خصوصاً علوم فقہ اور صرف ونحو میں تبحر حاصل کیا۔ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء میں امتحان سے فارغ ہوئے اور مفتی کی سند حاصل کی۔ پھر ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۶ھ میں عدالت دھولیہ ضلع خاندیس میں منصب افتا پر فائز ہوئے، جہاں صاحبان جج ومنصفان وصدر امین وقاضی وغیرہ کے محکموں اور عدالتوں سے ہر سال خصومات ونکاح وطلاق ومیراث وہبہ ووصیت وغیرہ کے تعلق سے سینکڑوں سوال واستفتا آتے رہے، جن کے شافی وکافی جوابات فقہی متون کی روشنی میں علامہ دیتے رہے۔ ان مسائل واِستفتا کے مسوذوں سے کئی دفتر تیار ہوئے۔

منصب تدریس: جذبۂ خدمت خلق اور فروغِ علم کی لگن آپ کو مسند تدریس تک کھینچ لائی، اور ایک کامیاب مدرس کے طور پر آپ نے کئی دہائیوں تک تشنگانِ علوم وفنون کو سیراب کیا۔ جب گورنمنٹ عدالت سے مفتی جدا کر دیے گئے تو ۱۲۸۴ھ میں سرکاری الفنسٹن کالج وہائی اسکول بمبئی میں عربی وفارسی کے اُستاد مقرر ہوئے، اور یہاں بھی آپ نے

اوقاتِ درس کے علاوہ جم کے خدمت دین انجام دی۔ (۳)

آپ کے تلامذہ ومستفیدین کی تعداد خاصی ہے، جن میں بعض ممتاز یہ ہیں: مولانا سید امام الدین احمد نقوی حنفی گلشن آبادی، مولوی سید نظام الدین، شیخ قطب الدین، قاضی سید بچو میاں خاندیسی وغیرہ۔

سجادۂ مشیخت: علوم ظاہری سے آراستگی کے ساتھ آپ علومِ باطنی کے بھی شناور اور دنیاے رشد وہدایت کے عظیم علم برداروں میں تھے۔ گر چہ آپ سرکاری مدارس میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے؛ مگر آپ کی طبیعت پر ہمیشہ روحانیت اور سلاسل کے فروغ کا غلبہ رہا؛ اس لیے سب سے یک طرف ہوکر وارثت جدی کی ترویج وتوسیع میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

تبلیغ دین متین، عقائد حقہ کا فروغ اور روحانی اقدار کی بحالی خانوادۂ صادقیہ کا طرۂ اِمتیاز رہ چکا ہے۔ چنانچہ شعور وآگہی اور حقائق ومعارف کا جو آبشار حضرت صادق حسینی سرمست علیہ الرحمہ کے قدموں کی ٹھوکر سے پھوٹا تھا اس کا فیضان نسلاً بعد نسلٍ مولانا سید عبداللہ حسینی سے ہوتا ہوا آپ تک پہنچا، اور آپ نے اپنی ذاتِ ستودہ صفات سے اسے عام وتام کرنے اور تشنہ کامانِ معرفت تک بڑھانے میں بھر پور قائدانہ ومرشدانہ رول اَدا کیا تھا۔

آپ نے سلاسل قادریہ، چشتیہ، ابوالعلائیہ وغیرہ میں مشائخین وقت اور مشاہیر روزگار مثل شاہ عطا حسین عرف سید شاہ عبدالرزاق ابوالعلائی اور صوفی حضرت دلاور علی شاہ سے جمیع سلاسل روحانیت کی اجازت وخلافت اخذ کی تھی۔ اور اپنے مورث اعلیٰ سید شاہ محمد صادق حسینی سرمست کے فیوضاتِ باطنی وروحانی کی تقسیم وتوسیع میں جیتے جی کوئی کسر نہیں باقی چھوڑی تھی۔

اعزاز و اِفتخار: آپ کی خدماتِ جلیلہ کے اِعتراف میں حکومت انکلیشیہ نے آپ کو 'جسٹس آف پیس' (Justice of Peace) اور 'خان بہادر' کے خطاب واِعزاز سے نوازا۔ (۴) حکومت کی یہ مہربانی آپ برداشت نہیں کر سکے اور سارے مراتب ومناصب سے

مستغنی ہوکر گلشن آباد (ناسک) میں آکر فروکش ہو گئے، اور یکسو ہوکر خدمت دینِ متین میں جٹ گئے۔

اِزدواج واولاد: آپ نے دو شادیاں کیں: پہلی پیرزادہ خاندان کی ایک بی بی شرف النساء سے ہوئی، ۲/ربیع الاول ۱۲۵۵ھ میں ان کی وفات کے بعد دوسری شادی ۱۲۵۶ھ میں عائشہ بی بی بنت عبدالرحمٰن سے کی۔ اور مولوی سید امام الدین احمد، وسید سراج الدین محمد دو سعادت مند بیٹے اپنے پیچھے یادگار چھوڑے۔(۵) دونوں ہی صاحب علم وفضل ہوئے ہیں۔

مولانا امام الدین احمد نے اپنے والد کی علمی امانت و وراثت کا بھرپور خیال رکھا، اور والد گرامی ہی کی طرح صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ اور عالم باعمل شخصیت کے مالک ہوئے۔ یوں ہی مولانا سید سراج الدین بھی اپنے وقت کے جید عالم، ساتھ ہی ماہر علومِ دنیویہ بھی تھے؛ اس لیے دکن کالج پونہ کے آپ پروفیسر منتخب ہوئے، جن کی تالیفات میں سراج الاسلام، مترجم غزلیات حافظ انگریزی، سوانح فردوسی انگریزی وغیرہ مبسوط کتب یادگار ہیں۔

اخلاق وعادات: آپ خوش خوراک، خوش پوشاک، بامروّت، باوضع، اور پیکر اخلاق ووفا تھے۔ چھوٹے بڑے ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ بزرگوں کے ساتھ آپ کی عقیدت دیدنی تھی۔ تقویٰ وطہارت، اور لطافت ونظافت آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔ خداترسی، ہم دردی اور منکسر المزاجی کے پیکر مجسم تھے۔ حق گوئی وبے باکی آپ کا نشانِ امتیاز تھا۔ حق کے معاملے میں آپ نے کبھی کسی مداہنت سے کام نہیں لیا۔ اور اس سلسلے میں لومۃ لائم کو کبھی آڑے نہ آنے دیا۔ آپ کی تصانیف آپ کے حسن اخلاق کی معتبر شہادتیں ہیں۔

فقہی خدمات: آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ 'جامع الفتاویٰ' پر نظر ڈالنے سے اندازہ

ہوتا ہے کہ آپ نے معمولات اہل سنت کے فروغ میں کیا قربانیاں پیش کی ہیں، اور ان پر اٹھنے والے اعتراضات کے تار و پود کس طرح بکھیر دیے ہیں۔ اور صحیح معنوں میں یہ وہ مسائل ہیں جن کی بابت آج ہمارے مخالفین ہم سے دست و گریباں ہیں۔ خدا ان کی آنکھیں کھولے اور وہ دیکھیں کہ علامۂ اہل سنت کے کتنے بڑے محسن اور امام ہو گزرے ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر حکیم عبد الحئی رائے بریلوی نے آپ کی سوانح کا آغاز یوں کیا ہے :

الشيخ العالم الفقيه ...... أحد الفقهاء المشهورين .(٦)

آپ کی کتب و فتاویٰ دیکھنے کے بعد آپ کی شانِ فقاہت کا اندازہ ہوتا ہے، نیز یہ بھی کہ اکابر اہل سنت اور علماے اعلام کے ساتھ آپ کے تعلقات و مراسم کتنے گہرے تھے۔ چوٹی کے علما نے آپ کے فتاویٰ پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، اور آپ کی تحقیق بلیغ کو سراہنے کے ساتھ آپ کو امام اہل سنت اور مجاہد سنیت کے لقب سے یاد کیا ہے۔ تفصیل کے لیے جامع الفتاویٰ کی جلدیں ملاحظہ فرمائیں۔

تائیدِ حق: آپ کے فتاویٰ میں مندرجہ ذیل مسائل کے جواز پر مدلل روشنی ڈالی گئی ہے: ایصالِ ثواب، زیارت کی نیت سے سفر کرنا، اولیا سے اِستمداد و اِعانت و ندا، میلاد خوانی، سلام مع القیام، روحِ اطہر کا محفل میلاد میں حاضر ہونا، موے مبارک کی زیارت و تعظیم اور اس سے برکت حاصل کرنا، تقلید ائمہ اربعہ، مشائخ کے ہاتھوں پر داخل بیعت ہونا، علم غیب رسول، مردوں کو سمع و بصر و ادراک کی قوت حاصل ہونا، تدفین کے بعد اذان کہنا، قبر پر پھول چڑھانا، نمازِ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنا، تیجہ، دسواں، بیسواں اور چہلم منانا، اعراسِ اولیا کا بیان، نذر و نیاز اور منت اولیا، بیانِ حیلہ و اسقاط، سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی حقیت اور بہتر فرقوں کا رد وغیرہ۔(٧)

رد و اِبطال: عقائد و افکارِ اہل سنت کے موضوع پر آپ نے جاء الحق کے انداز کی ایک مبسوط و بے مثال کتاب 'تحفہ محمدیہ در ردِ فرقہ مرتدیہ' کے نام سے تحریر فرمائی، جس میں یہی

سب مباحث کثیر دلائل و براہین کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، نیز اس میں نو پید فرقہ وہابیہ کی ولادت و خباثت کا بھرپور نقشہ کھینچا ہے۔ نیز غیر مقلدوں اور نام نہاد سلفیوں کی بھی جا بجا گوشمالی کی ہے۔

مولانا عبدالحلیم ساحلؔ کی شہادت کے مطابق جن دنوں مفتی عبدالفتاح صاحب ممبئی میں قیام پذیر تھے، وہ زمانہ ممبئی کے مسلمانوں کے لیے بڑا ہی پُر آشوب تھا۔ مسلمانوں کے درمیان اعتقادی بحثوں، مناظروں اور معرکہ آرائیوں کا خوب دار دورہ تھا۔ فرقہ وہابیہ کے مقابل اہلِ سنت و جماعت کے علما و فضلا نبرد آزما تھے جن کے سرخیل و قافلہ سالار مفتی سید عبدالفتاح گلشن آبادی تھے؛ کیوں کہ آپ اس وقت مرجع علما تصور کیے جاتے تھے۔ اور شاید اسی زمانے میں آپ نے مذکورۃ الصدر کتاب تصنیف فرمائی جس میں فرقہ وہابیہ کا رد بلیغ کیا ہے۔

ندوہ سے رجوع: جس وقت تحریک ندوہ کا طوفانِ بلاخیز اُٹھا، تو بیشتر لوگ اس کے اَغراض و مقاصد جانے بغیر دین کی ایک تحریک سمجھ کر اس کے دست و بازو بن گئے؛ لیکن جب علماے اہلِ سنت نے اس تحریک کا گہرائی و گیرائی سے جائزہ لیا اور اس کے نقصانات و مفاسد پر مطلع ہوئے تو فوراً دامن جھاڑ کر اس سے یک طرف ہو گئے۔ ایسے ہی خوش بختوں میں ایک امام اہلسنّت، مجاہدِ سنّیت، محدثِ ناسک، حضرت علامہ مفتی سید عبدالفتاح حسینی گلشن آبادی بھی تھے، جو اِبتداء "ندوۃ العلماء" کے خاص اَرا کین میں تھے؛ لیکن شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی کی تنبیہ اور کشفِ حقائق کے بعد وہ ندوہ سے یک لخت بے تعلق ہو گئے۔ بقول اُستاذِ زمن مولانا محمد حسن رضا بریلوی :

> نیز بتوفیق الٰہی جناب مفتی مولوی سید عبدالفتاح صاحب حسینی گلشن آبادی، ساکن ناسک، درگاہ محلّہ، رکنِ جلیلِ ندوہ نے بھی اس صریح و جلیل فتویٰ پر مہر ثبت فرمائی، اور اقوالِ ندوہ پر ضلالت و گمراہی و الحاد وغیرہ جملہ مراتب مندرجہ فتوی کی

نسبت صاف لکھ دیا کہ المجیب مصیب فیما قال۔ مجیب نے جو کچھ بیان کیا سب حق ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

خدماتِ جلیلہ: آپ کی پوری زندگی درس وتدریس اور وعظ وخطابت کی نذر ہوگئی۔ علم وفضل کے لحاظ سے آپ کا مقام معاصرین میں امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ کامیاب مدرس وفقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بے مثال خطیب اور زود رقم مصنف ومحقق بھی تھے۔ بلاشبہ آپ کی تصنیفات وتالیفات سے برصغیر میں عموماً اور ملک دکن میں خصوصاً زبانِ اردو کی اشاعت ہوئی۔ عربی وفارسی اور اُردو میں تقریباً ساڑھے تین درجن کتابیں آپ کے نوکِ قلم سے نکلیں۔ یہ کارنامے چار فصلوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں:

منثور کارنامے: تحفہ محمدیہ، جامع الفتاوی (چار جلدیں)، دولت بے زوال وبرکت حال ومآل (چار جز)، کلید دانش (فارسی)، کلید دانش (اُردو)، مرغوب الشعراء، تاریخ انگلستان، تاریخ افغانستان، تاریخ روم، الباقیات الصالحات فی مولد اشرف المخلوقات، رحمۃ للعالمین، فیض عام، اشرف المجالس، صد حکایات۔

منظوم کارنامے: دیوان اشرف الاشعار، توشۂ عاقبت، مناجات سرور کائنات ﷺ، ترجمہ قصیدہ بردہ، دیوان قصائد، دیوان نعتیہ، مولود شریف۔

درسی کارنامے: جامع الاسماء، فارسی آموز (دو حصہ)، تشریح الحروف، تعلیم اللسان، خزانۃ العلوم (عربی تین جلدیں)، اشرف القوانین، خزانہ دانش، تحفۃ المقال، اشرف الانشاء (دو حصے)، خلاصہ علم جغرافیہ، جغرافیہ عالم، مصادر الافعال۔

رسائل: مناظرۂ مرشد آباد، تحفۃ الموحدین، اظہار الحق، تحفہ عطرین، تائید الحق (۸)

مذاقِ سخن: مبدأ فیاض کی طرف سے آپ کو شعر وسخن کا ستھرا ذوق بھی عطا ہوا تھا، اور آپ نے عربی وفارسی اور اردو زبانوں میں اپنے شاعرانہ کمال اور قادر الکلامی کے بہت سے یادگار نمونے بھی دواوین کی شکل میں چھوڑے ہیں۔ ڈاکٹر میمونہ دلوی نے اپنی کتاب 'بمبئی

میں اردو۱۹۱۴ء تک' باب دوم میں دوراول کے شعرائے بمبئی کے تحت آپ کا تذکرہ بڑے تحسین آمیز الفاظ میں کیا ہے۔فرماتی ہیں:

'سید عبدالفتاح کو شعروشاعری سے بھی دل چسپی تھی ، اشرف تخلص رکھتے تھے ،شعری سرمایہ'دیوان اشرف'اور'بیاض اشرف' کے نام سے یادگار چھوڑا ہے۔ دیوان اشرف الاشعار: اشرف کا یہ دیوان۱۲۷۹ھ میں مرتب ہوا تھا، اس میں غزلیات ،نعت اور مناقب شامل ہیں،اس کے علاوہ اشرف المجالس کےنام سے سورہ قدر کی منظوم تفسیر بھی دی گئی ہے، یہ دیوان اب نایاب ہے، اس کا تذکرہ کریمی لائبریری کی فہرست کتب میں موجود ہے۔ بیاض اشرف: اشرف کا یہ خودنوشت مجموعہ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ میں موجود ہے، جس میں دس اردواوردس فارسی قصائد ہیں، اشرف نے یہ قصائد اپنے دیوان سے نقل کر کے مولانا محمد صدیق ملتانی ثم احمد نگری کی خدمت میں بھیجے تھے۔اس مخطوطہ میں اشرف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط بھی شامل ہے جو مولانا کے نام ہے۔ یہ مخطوطہ۱۲۸۲ھ میں دھولیہ میں تحریر کیا گیا تھا۔ بیاض اشرف کا پہلا قصیدہ مشہور عربی قصیدہ 'قصیدہ بردہ' کا اردو ترجمہ ہے،اس میں کل ۶۹ ،ابیات ہیں۔دوسرا قصیدہ مطلع دیوان مہندی کے نام سے ہے، جس میں نعت ، منقبت اور مدح اصحاب کبار ہے، اس میں کل ۹۸، ابیات ہیں ۔ تیسرا قصیدہ قصیدہ صنعت حرفین کے نام سے ہے،اس میں کل ۱۹، ابیات ہیں،اسی طرح آخری قصیدہ دیوان قصائد اشرف کی تاریخ سے متعلق ہے، یہ گیارہ بیت پر مشتمل ہے، جن سے دیوان اشرف کے سنہ تصنیف پر روشنی پڑتی ہے۔(۹)

وفات: آپ کی وفات ۱۵رصفر۱۳۲۳ء کو ممبئی میں ہوئی، اور وہیں مشہور ومعروف مینارہ مسجد کے بیس منٹ (Basement) کی سمت مغرب میں سپردِ خاک کیے گئے۔ 'خدارحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را'۔ آپ کی تاریخ رحلت حاجی سید غلام محمد رفاعی

نے خوب کہی ہے: طـاب ثراہ نور مرقدہ ۔اور مولانا بشیر الدین نے آپ کی تاریخ وفات 'صدر بزمِ شریعت' سے نکالی ہے۔

-: ناکارۂ جہاں :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی

جامعۃ المصطفیٰ /دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

دوشنبہ، ۲/شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ......۱۱/جون ۲۰۱۳ء (۱۰)

---

(۱) جامع الفتاویٰ (۱۳۰۳ھ) جلد اول، دیباچہ، بتغیر قلیل۔ مطبوعہ فتح الکریم، بمبئی۔

(۲) گلشن صادق، میر وارث علی گلشن آبادی: ۱۳۶۔

(۳) کیفیۃ العارفین، سید عبدالرزاق ابوالعلائی: ۶......نزہۃ الخواطر، شیخ عبدالحئی رائے بریلوی: ۱۲۸۶۔ مطبوعہ دار ابن حزم......تذکرہ علماے ہند مترجم: ۲: ۲۷۲، ۲۷۳۔

(۴) نزہۃ الخواطر: ۱۲۸۶۔ مطبوعہ دار ابن حزم......تذکرہ علماے ہند مترجم: ۲: ۲۷۲، ۲۷۳۔

(۵) مولانا عبدالحلیم ساحلؔ کی تحقیق کے مطابق میر عبداللہ نامی آپ کے ایک تیسرے صاحبزادے بھی تھے۔ نیز مولانا نے جامع الفتاویٰ جلد اول کے حوالے سے دو بیٹوں کے نام یہ بتائے ہیں: سید محی الدین، اور سید زین العابدین، حالانکہ ہمارے پاس موجود جامع الفتاویٰ کی جلد اول ان تفصیلات پر کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔ پھر چند پیراگراف کے بعد مولانا نے 'ازدواجی زندگی' کے تحت آپ کی اولاد کا ذکر کیا تو اس میں دونوں بیویوں سے دو دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے؛ مگر ان چاروں ناموں میں کہیں محی الدین اور زین العابدین کا ذکر نہیں کیا۔ خیر! ہماری تحقیق کے مطابق معتبر تاریخی ماخذ تطییب الاخوان، تذکرۂ علماے ہند اور نزہۃ الخواطر میں صرف دو بیٹوں ہی کا ذکر آیا ہے، اور ان دونوں کے نام وہی تھے جو اوپر متن میں مذکور ہوئے۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: ماہنامہ سنی دعوتِ اسلامی: اپریل ۲۰۱۳ء) -چریاکوٹی

(۶) نزہۃ الخواطر، شیخ عبدالحئی رائے بریلوی: ۱۲۸۶۔ مطبوعہ دار ابن حزم۔

(۷) یاد رہے کہ یہ تفصیلات صرف جامع الفتاویٰ جلد اول کی روشنی میں فراہم کی گئی ہیں، جلد ثانی سردست ہماری تحویل میں نہیں ہے۔ -چریاکوٹی

(۸) جامع الفتاویٰ، دیباچہ......تذکرہ علماے ہند مترجم: ۲۷۳......گلشن صادق: ۱۳۷۔

(۹) بمبئی میں اردو، ۱۹۱۴ء تک، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ستمبر ۱۹۷۰ء ص: ۱۱۲، ۱۱۳۔

(۱۰) ماخوذ از، دولت بے زوال و برکت حال و مآل۔ مطبوعہ رفاعی مشن ناسک۔ طبع اوّل: ۲۰۱۳ء